اتحادِ اہلِ سنت اور القاب کے بیجا استعمال کے حوالے سے
خوبصورت تحریروں کا گلدستہ

اتحادِ اہلِ سنت
ضرورت و اہمیت



مؤلف

ابو العطا حضرت مولانا مفتی محمد عبد السلام امجدی برکاتی

متھلا بہاری نگر پالیکا، تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)

جنرل سکریٹری مسلم بورڈ نیپال (قطر یونٹ)

ناشر

کنز الایمان فاؤنڈیشن

تاراپٹی مشرقی محلہ ضلع دھنوشہ، جنکپور (نیپال)

اتحاد علما اہل سنت اور القاب کے بیجا کے استعمال کے حوالے سے
خوبصورت تحریروں کا گلدستہ

اتحاد علمائے اہل سنت ضرورت و اہمیت

مؤلف

ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی

متھلا بہاری نگر پالیکا، تاراپٹی مشرق محلہ، دھنوشا (نیپال)

ناشر

کنز الایمان فاؤنڈیشن، تاراپٹی مشرق محلہ، ضلع دھنوشہ، جنکپور (نیپال)

نام کتاب: اتحاد علمائے اہل سنت ضرورت واہمیت

مؤلف: ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی

(تاراپٹی، دھنوشا، نیپال)

نظر ثانی: ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی

(تاراپٹی، دھنوشا، نیپال)

سنہ تالیف: 2023ء

سنہ اشاعت: اپریل 2024 (برقی)

ناشر: کنز الایمان فاؤنڈیشن، تاراپٹی مشرقی محلہ، ضلع دھنوشہ، جنکپور (نیپال)

باہتمام: البرکات اکیڈمی خانقاہ برکات لہنہ شریف، ضلع دھنوشہ، جنکپور (نیپال)

{ملنے کے پتے}

خانقاہ برکات لہنہ شریف (نیپال)

www.barkatussunnah.com

فہرست مشمولات

نوٹ:

حضور شیر نیپال علیہ الرحمہ کی تصانیف وتالیفات اور آپ کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں پر کتابوں اور مضامین ومقالات کا مطالعہ کرنے کے لئے درج ذیل ویب سائٹ پر ضرور تشریف لائیں۔

www.barkatussunnah.com

اور بھی دیگر دینی کتابوں اور مضامین کا مطالعہ کرنے کے لئے مذکورہ بالا ویب سائٹ وزٹ کر سکتے ہیں۔ نیز علمائے اہل سنت نیپال اپنی تصانیف اس ویب سائٹ پر اپ لوڈ کروانے کے لئے فقیر سے رابطہ کریں ان شاء اللہ آپ کی کتابیں اپ لوڈ کر دی جائیں گی۔ واٹساپ نمبر 0097431402499

تاثر گرامی

ازقلم: صاحب افکار عالیہ حضرت مولانا عبد الصمد امجدی قادری

متھلا بہاری نگر پالیکا، تاراپٹی مغربی محلہ، دھنوشا (نیپال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد

صاحب کتاب کے عزم وحوصلے کو سلام جس نے اتحاد اہلسنت و جماعت کی طرف علماء نیپال کو توجہ دلانے کی سعی کی بالخصوص ضلع دھنوشا، مہوتری، سرہا اور سرلاہی کے علماء کرام، مفتیان عظام و دانشوران حضرات کو۔

یقیناً اتحاد زندگی ہے اختلاف موت، آج تک کسی کو آپسی اختلاف سے نہ فائدہ ہوا ہے نہ آئندہ فائدہ ہونے والا ہے، ہاں فائدہ ہوا ہے اغیار کو جس کا خمیازہ آج ہم سب بھگت رہے ہیں الامان والحفیظ۔

مرے سامنے کتاب ''اتحاد علماء اہلسنت ضرورت واہمیت'' پی ڈی ایف کی شکل میں موجود ہے، قلت وقت کے پیش نظر جو ہوا جتنا ہوا جستہ جستہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی حالات کے عین مطابق پر مغز تحریر ہے، ہمیں اور آپ کو ایک بار ضرور مطالعہ کرنا چاہیے اور اپنی مضبوط ٹیم مضبوط لائحہ عمل تیار کر کے ایک پلیٹ فارم پر گامزن ہو جانا چاہیے۔ اللہ کریم اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے علماء اہلسنت اور عوام اہلسنت کو اس پر عمل

کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فقیر قادری امجدی اس دور اندیش پہل و دیگر بے بہا خدمات انجام دینے کی خوشی میں صاحب کتاب مصنف کتب کثیرہ ابو العطر حضرت مولانا مفتی محمد عبدالسلام امجدی صاحب قبلہ اطال اللہ عمرہ کو ڈھیر ساری مبارکبادی پیش کرتا ہوں اوران سے بھی بہت ساری خیر کی امید یں رکھتا ہوں۔قلبی خوشی ہوتی رہتی ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایسے ایسے ہیرے جواہرات چھپے ہوئے ہیں جو اچھے قلمکار کہنہ مشق مفتی اور معتمد و مستند عالم دین ہیں، پروردگار عالم مفتی صاحب قبلہ کی عمر، علم، حلم، عمل اور کسب معاش میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور امت مسلمہ کے لیے تادیر سلامت رکھے ۔ اللھم آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالصمد قادری امجدی ابن الحاج مولانا عبدالحمید برکاتی صاحب قبلہ دام ظلہ علینا
تاراپٹی مغربی محلہ دھنوشا نیپال
مقیم حال دوحہ قطر

آغاز سخن:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰہُ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اِلٰی یَوْمِ یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ ۔قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا۔(سورۃ آل عمران: 103)وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ "یَرْضَی لَکُم أَنْ تَعبُدُوہُ وَلَا تُشْرِکُوا بِہِ شَیئًا،وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیعًا وَلَا تَفَرَّقُوا" (صحیح مسلم: 1715)

جس دین نے غیروں کے تھے دل ایک ملائے
اس دین میں اب بھائی خود بھائی سے جدا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

اور اقبال نے لکھا ۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اپنے وقت کے ایک عظیم و دور اندیش بزرگ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بہت پہلے کہا تھا کہ ’’ اتحاد زندگی ہے اور اختلاف موت ہے۔‘‘ یہ مقولہ ان کا تجربات و مشاہدات کا ترجمان اور قرآن وسنت سے ماخوذ و مستفاد اور فیض یافتہ ہے۔جس نے بھی

اپنے معاشرہ، تنظیم، تحریک اور ادارہ کو اس مبارک مقولہ کے سانچے میں ڈھال کر آگے قدم بڑھایا ہے کامیابی کی معراج سے سرفراز ہوا ہے اور جس معاشرہ یا تنظیم وتحریک اور ادارہ نے اس منہج سے انحراف وغفلت کا ارتکاب کیا ہے اسے سیاسی موت بھی ہوئی ہے اور فکری و روحانی موت بھی اور اس پر مستزاد یہ کہ ذلت بھی اٹھانی پڑی ہے اور مختلف شکلوں میں بھاری نقصانات بھی۔ اور اس حقیقت کو ہندوستان کے موجودہ حالات اور وہاں کی مکدر و مسموم فضاؤں سے سمجھنا بہت ہی سہل ہے۔ جہاں آئے دن مسلمانوں کے جذبات کو پامال کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، پیغمبر اسلام محمد عربی ﷺ کی شان میں برسر اقتدار پارٹی کے ارکان دریدہ دہنی کر کے مسلمانوں کو مشتعل کرتے رہتے ہیں، مختلف صوبوں میں مسلم نوجوانوں پر طرح طرح کے الزامات لگا کر انہیں سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے، اسی طرح مسلم رہنماؤں کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ کئی مسلم مذہبی وسیاسی رہنما نظر بند اور قید و بند کی اذیتوں میں مبتلا کئے جارہے ہیں۔ نئے نئے سوشے گوشے چھوڑ کر مسلمانوں کو بدنام اور تباہ کرنے کی سازشیں رچی جاتی ہیں۔ میڈیا والے مسلمانوں کے خلاف ہیں، ارباب سیاست مخالف ہیں اور شرانگیز تحریکیں دہشت وخوف اور نفرت وشدت کا ماحول بنانے میں شب و روز لگے ہوئے ہیں۔ اور آج جو ذلت ورسوائی مسلمانوں کو اٹھانی پڑ رہی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے مرکز عقیدت سے کٹتے جارہے ہیں، ہم نے اسوۂ حسنہ نبویہ کو پس پشت ڈال دیا ہے، سیرت وکردار مصطفوی سے رشتہ توڑ لیا ہے اور قرآن وسنت سے منہ موڑ لیا ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

امت مسلمہ کے احوال نا گفتہ بہ:

اگر عالمی سطح پر امت مسلمہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اس وقت امت مسلمہ پورے عالم میں جس درد و کرب، حالت زار، مصائب و آلام اور ستم ظریفیوں کے شکار ہیں ان احوال کو قلمبند کرتے وقت قلم بھی اشک بار ہو، آنکھیں بھی نمدیدہ ہوں اور دل و دماغ بھی سکیاں لینے لگیں گے۔ فلسطین میں یہودیوں نے، لیبیا، شام، عراق اور افغانستان میں عیسائیوں نے، برما، سری لنکا میں بدھستوں نے اور ہندوستان میں ہندوؤں نے اور اب ہندوستان کی دہشت گرد تنظیم آر ایس ایس اور بجرنگ دل کے اشارہ و پشت پناہی سے ہندو سمراٹ سینا نیپال میں خوف و دہشت اور منافرت کا ماحول بنا رہا ہے۔ عالم کفر جگہ جگہ مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں، امت مسلمہ کو تباہی کے گڈھوں میں ڈال رہے ہیں، ہماری ماں بہنوں کی عزت و آبرو کو نیلام کیا جا رہا ہے، ان کی چادر عصمت کو تار تار کیا جا رہا ہے، بچوں کو شہید کیا جا رہا ہے، جوانوں کو سلاخوں کے پیچھے ڈالا جا رہا ہے، ہمای تنظیموں اور اداروں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، مسلم سیاسی و مذہبی رہنماؤں کو جھوٹے کیسوں اور فرضی تفتیش کے نام پر نظر بند اور محبوس کیا جا رہا ہے اور مسلمان ہیں جو بے حسی اور غفلت کے خواب میں ہیں۔ جو قوم اپنے مرکز ایمان محمد عربی ﷺ اور صحیفہ لازوال قرآن عظیم کی اتباع سے سرخرو قوم اور بے نظیر قوم کی حیثیت سے دنیا پر ابھری، صفحۂ ہستی پر نہایت خوشنما وان مٹ نقوش چھوڑے ہیں اور تاریخ عالم پر اپنے کارناموں کے زریں باب رقم کیے ہیں، جس قوم کو قرآن جیسا پیکر ہدایت تحفہ خداوندی ملا ہو اور خاتم الا نبیاء رحمتہ للعالمین ﷺ جیسا ہادی برحق ان کا رسول و نبی اور مقتداء و پیشوا ہوں، پھر بھی وہ قوم ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوں، ہے نا تعجب کی بات! اس قوم کے پاس سب کچھ ہے، تیل ہے، گیس ہے، معدنی ذخائر اور دولت و ثروت اور دفاعی طاقت و قوت کی کسی بھی چیز کی کمی

نہیں ہے۔ پھر بھی اس قوم کی ذلت ونکبت اور بے حسی و بے غیرتی کا تماشا دیکھو کہ یہود وہنود سے مار کھانا پسند کرتے ہیں لیکن اپنے طویل جمود، عیش پرستی وتن آسانی، آپس کے کبر وغرور اور انانیت ولن ترانی کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہو پاتی اور نہ بے حسی کی دبیز چادر اپنے وجود سے ہٹانے کی زحمت وحرکت کرتی ہے۔

ہمیں ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے:

پچھلے اقوام کی بربادی وتباہی اور پستی کے حالات قرآن شریف میں موجود ہیں، جن سے ہمیں عبرت لینی چاہئے اور ان واقعات کو قرآن میں بیان بھی اسی لیے کیا گیا۔ مگر ہم ہیں کہ دل ودماغ کی آنکھوں پر پردہ چڑھا چکے ہیں، درس عبرت لینے کی بجائے خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، فاتحین کی شجاعت و بہادری کے قصے بھی قرآن و احادیث اور کتب تاریخ میں نامساعد حالات میں ہماری حوصلہ افزائی اور حالات سے نبرد آزمائی کے لئے بیان کردئے گئے ہیں، پھر بھی بے توجہی کے شکار ہوکر بزدلی اور خوف و ہراس کی زندگی کو ترجیح دے رہے ہیں۔اس لئے اس وقت پوری دنیا کے حالات سے بالعموم اور ہندوستان کے حالات ناگفتہ بہ سے بالخصوص ملک نیپال کے مسلمانوں نے عبرت نہ لیا اور اپنے انجام کی فکر نہیں کی تو وہ دن دور نہیں کہ یہاں مسلمانوں کا وجود خطرے میں پڑ جائے، مسلم خواتین کی عزت داؤ پر لگ جائے، مکانات جلادئے جائیں، املاک تباہ کردئے جائیں اور ہم لاشوں کی ڈھیر پر آہ وفغاں کرتے رہ جائیں۔ بلکہ خوف ودہشت کا ایسا ماحول ہوگا کہ لاشوں پر رونے کا موقع بھی شاید نہیں ملے گا، کیونکہ سب کو اپنی جان کی پڑی ہوگی اور اپنے گھر بار سے دور کہیں جا کر ہم چھپے ہوں گے اور ہر راستہ پر پہرہ ہوگا، کہیں کپڑا اتار اتار کر چیک کیا جائے گا کہ کہیں گزرنے والا مسلم تو نہیں، پھر اسے زدوکوب کیا جائے گا، زخمی کردیا جائے گا اور جب

اس سے بھی نہیں ہوگا تو قتل کر دیا جائے گا۔ مسجدوں میں فضلات ونجس جانور پھینکے جائیں گے، مدارس کو ٹارگیٹ کیا جائے گا، کلاہ و جبہ والوں کو پاکستان سے جوڑ کر غیر مسلموں کے دلوں میں نفرت کا زہر گھولا جائے گا، اذان پر آواز اٹھے گی اور لاؤڈ اسپیکرز کو مسجدوں سے ہٹا دیا جائے گا۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ذات برادری، مشربی، جبائی، کلاہی، علاقائی اور انفرادی اختلافات سے بالاتر ہو کر صرف اسلام کے ''العروۃ الوثقیٰ'' اور ''حبل متین'' کو مضبوطی کے ساتھ تھاما جائے اور نئے سرے سے اسلام و مسلک اعلیٰ حضرت سے وفاداری کا عہد کیا جائے اور باہمی اتفاق واتحاد کے رشتے مضبوط کیے جائیں۔ تمام اسلامی برادران و خانقاہ کے سجادگان، اداروں کے ارا کین و ذمہ داران، ملک واضلاع کے قاضیان، تحریک وتنظیم کے بانیان وعہدہ دران یکجان دو قالب ہو کر ہر قسم کے باہمی نفاق وشقاق اور حسد وکبر کو دل سے نکال دیں اور اسلام وسنیت کے فروغ اور بھائی چارے کو عام کرنے کو اپنا ہدف ونصب العین بنا کر معاشرہ کو کامیابیوں کی ڈگر پر لے چلنے کا عزم مصمم کر لیں۔

قائد اہل سنت کا فکر انگیز مکتوب:

آگے کچھ لکھنے سے پہلے یہاں پر موجودہ حالات اور ان کے تقاضوں کو سمجھنے کے لئے قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا درد و کرب سے لبریز ایک مکتوب گرامی پیش کر دوں، جو جماعت اہل سنت کے بکھرے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے دعوت فکر دیتا ہے، علما و مشائخ اہل سنت کے جمود وتعطل، بے حسی وغفلت کی برفیلی پہاڑ کو پگھلانے کے لئے کافی ہے۔ یہ مکتوب آپ نے اس وقت لکھا تھا جب جیل میں آپ کا چالیسواں دن تھا اور وہاں بھی آپ اہل سنت کے مابین انتشار سے پریشان

حال اور جماعتی شیرازہ بندی کے لئے فکرمند تھے۔ مکتوب ملاحظہ ہو:

افتخار اہل سنت حضرت جیلانی میاں صاحب قبلہ مدیر اعلیٰ ''المیزان''، بمبئی

السلام علیکم

آج عصر کی نماز کے بعد جیل کے پارک میں بیٹھا ہوا کچھ سوچ رہا تھا کہ ''المیزان'' کا تازہ شمارہ ملا۔ اداریہ پڑھ کر جو روحانی مسرت حاصل ہوئی، اس کے بیان کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ خوشی اس بات کی نہیں ہے کہ میری اسیری کو آپ نے ازراہِ کرم وعنایت اپنے قلم کا موضوع بنایا، بلکہ دراصل خوشی اس جماعتی زندگی کا احساس ہے جو آپ کے اداریے کی سطر سطر سے پھوٹ رہا ہے۔ آپ کے بعض فقرے تو اس قیامت کے ہیں کہ جیسے کسی نے غم کے مضراب کا تار چھیڑ دیا ہو اور سویا ہوا درد جاگ اٹھے۔ ایک فرد کی قربانی سے اگر جماعت کو زندگی ملتی ہے تو میں ہزار بار قربان ہونے کو تیار ہوں۔

زنداں کی چہار دیواری کے اندر آج ٹھیک مجھے چالیس دن ہو گئے۔ روحانی کیف و سرور، عشق کے سوز و گداز اور تنہائیوں کی لذت کے یہ دن کبھی نہیں بھولیں گے۔ سوچتا ہوں کہ جرم کیا ہے، جس کی پاداش میں طوق وسلاسل کی مجھے یہ سزا دی گئی ہے تو خوشی سے دل بلیوں اچھلنے لگتا ہے۔ اعلائے کلمہ حق اور ملت مظلوم کی غم گساریوں، ہمدردیوں اور خدمتوں کی یہ سزا کتنی قابل فخر ہے میرے لیے، عمر کا یہ حصہ اسلام کے جاں نثاروں کے نقوش قدم سے بہت قریب ہو گیا ہے۔

عقیدے کی برتری اور اسلام کی سربلندی کے لیے ہمارے اسلاف نے جو قربانیاں دی ہیں، طوفانوں کے نرغے میں جس طرح ضمیر کی آزادی کا چراغ جلایا ہے اور اخلاص و وفا کی سرزمین پر اپنے خون سے جو نقوش ثبت کیے ہیں، اس کے مقابلے میں ہماری یہ چند روز کی قربانی کیا حقیقت رکھتی ہے۔

مولانا! چند افراد کی اسیری سے فراعنہ وقت کا غرور تو نہیں ٹوٹ سکتا، لیکن قوم کے نوجوانوں کے دلوں سے قید و بند کا خوف دور ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ ساری صعوبتوں کی قیمت وصول ہوگئی۔ ایک جمہوری ملک میں حقوق کی لڑائی کا سلسلہ مطالبے سے شروع ہوتا ہے اور احتجاج کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا زنداں کے دروازے پر ختم ہو جاتا ہے۔ ضمیر کا خون، باطل کے ساتھ سمجھوتہ اور غیرت قومی کا قتل صرف اسی وقت عمل میں آتا ہے جب قوم بزدلی کا شکار ہو جاتی ہے اور جب قوم کے افراد ذاتی آسائش، جھوٹی تعریف اور ظالم حکام کی نظر میں سرخرو بننے کی ناپاک خواہش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

محترم مدیر! آپ نے اہل سنت کی جماعتی تنظیم کا اپنے اداریے میں ذکر کر کے جس بے دردی کے ساتھ میرے زخموں کو کریدا ہے، اگر آپ آل رسول نہ ہوتے تو میں اس کے خلاف نہایت سخت لفظوں میں احتجاج کرتا۔

جماعتی تنظیم کا سوال تو وہاں اٹھتا ہے، جہاں جماعت بھی ہو۔ فرض کیجیے کہ کسی لق و دق میدان میں لاکھوں نمازی جمع ہوں اور ہر شخص فرداً فرداً نماز پڑھ رہا ہو تو کیا اسے جماعت کی نماز کہا جائے گا، جب کہ ہر شخص کی نیت بھی ایک ہی ہے، نماز بھی ایک ہی ہے اور طریقہ بھی ایک ہے، لیکن ہر چیز میں اشتراک کے باوجود ان کے درمیان اقتدا کا اشتراک نہیں ہے تو لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی انہیں جماعت نہیں کہا جائے گا، بالکل یہی حال ہمارا ہے۔

کہنے کے لیے آپ چیختے رہیے کہ آپ ہندوستان میں مسلمانوں کا سواد اعظم ہیں، آپ کی تعداد دس کروڑ ہے لیکن آپ اس تلخ حقیقت کو جیسے بھی ہو حلق کے نیچے اتار لیجیے کہ آپ کروڑوں کی بھیڑ رکھتے ہوئے بھی جماعت نہیں ہیں۔

اور سب سے بڑا ماتم تو اس شامت نصیبی کا ہے کہ ہم پیدا ہوتے ہی اپنے آپ کو اہل سنت

و جماعت کہنے لگتے ہیں، یعنی کوئی پیدا ہو کر جماعت بناتا ہے اور ہم جماعت لے کر پیدا ہوتے ہیں، پھر بھی ہم جماعت نہیں ہیں۔ کیوں؟ اس سوال کا جواب بڑا تلخ ہے۔

آپ تو ماشاء اللہ نہایت ذہین، حساس اور صاحب فکر مدیر ہیں۔ ملک میں جب بھی اور جہاں بھی مسلم مسائل پر مسلم جماعتوں کی سرگرمیوں اور ان کے حلقہ ہائے اثر کا تذکرہ ہوتا ہے، بحیثیت جماعت کے کہیں بھی آپ کا کوئی چرچا ہے؟ وجوہات پر اگر میں بحث کروں تو بلاوجہ بہت سارے حلقوں کی آزردگی کا میں نشانہ بن جاؤں گا۔

جماعتی تنظیم کا سوال تو اپنی جگہ پر ہے، لیکن اب سب سے بڑا خطرہ تو یہ پیدا ہو گیا ہے کہ ہمارا مسلک آنے والی نسلوں میں محفوظ بھی رہ سکے گا یا نہیں؟

آپ بے لاگ طریقے پر ذرا نوجوان علماء کا جائزہ لیجیے، جو ہمارے مستقبل کی امید ہیں، وہ ایک پرسوز، دردمند اور مذہبی رہنما کے بجائے ایک فنکار کے پیکر میں اپنے آپ کو تبدیل کرتے جا رہے ہیں۔ ہمارے عوام بھی اب ہمارے لیے اپنے تئیں عقیدت کی وہ کشش محسوس نہیں کرتے، جو ماضی میں اپنے اسلاف کے لیے ہم نے دیکھے ہیں اور یہ سارے مفاسد ہمارے اندر صرف اسی لیے پیدا ہو گئے ہیں کہ کوئی شخص بھی اپنے بڑے کے سامنے اپنے آپ کو جواب دہ نہیں سمجھتا اور جواب دہ سمجھنے کا سوال تو اس وقت پیدا ہوا جب کوئی کسی کو اپنا بڑا بھی سمجھے۔

ان حالات میں کسی جماعتی نظام کی بات کرنا فیشن کے طور پر ہو تو چنداں مضائقہ نہیں، لیکن از راہ حقیقت ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی حماقت کی بات نہیں ہو سکتی۔

ہمارے وہ اکابر جو آج بقید حیات ہیں، خدائے قدیر ان کا ظل ہمایونی ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ ہم نے سب سے التجائیں کی ہیں کہ خدارا اپنی زندگی میں ہمیں کسی ایک پرچم کے نیچے جمع کر دیجیے، تاکہ ہم آپ کے بعد ایک متحدہ نظام جماعت کے

سائے میں اپنا وجود برقرار رکھ سکیں، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بدنصیبی ہمارے اوپر مسلط ہوگئی ہے۔ ہمیں نہایت قلق ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہماری اس التجا کو قطعاً درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ آج بھی ہمارے اکابر اپنے منصب کا اختیار استعمال کریں تو متحدہ نظام جماعت کا قیام ناممکن نہیں ہے۔

جذبات کی رو میں خط بہت لمبا ہوگیا۔ اگر چہ حکومت کی نیت اچھی نہیں ہے، لیکن خدا کی مشیت سب پر غالب ہے، وہ جس دن چاہے گا مصائب کی زنجیریں خود بخود ٹوٹ جائیں گی۔ جیل کی زندگی ویسے تو بہت کرب انگیز ہوتی ہے، لیکن مجھے یہاں ہر طرح کی سہولت حاصل ہے، ذکر وفکر، محافل میلاد اور یا نبی سلام علیک کے نغموں سے جیل کی فضا معطر رہا کرتی ہے۔ اہل سنت کے وہ تمام افراد جنہوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر میری رہائی کے لیے کسی طرح کی بھی کوشش کی ہے، میں سب کے لیے دعا گو اور سب کا شکر گزار ہوں۔

خدا نے توفیق بخشی تو گرفتاری کے اسباب، مظالم کی خونچکاں داستان اور جیل کی زندگی پر ایک تفصیلی مضمون ارسال کروں گا۔

حضرت شیخ الاسلام، مولانا ہاشمی میاں اور جملہ رفقائے ادارہ کو سلام کہیے۔

یہ معلوم کر کے آپ کو خوشی ہوگی کہ جیل میں آنے کا ایک عظیم فائدہ یہ ہوا ہے کہ میری کتاب ''زیروزبر'' بالکل مکمل ہوگئی۔

(برید مشرق، ڈاکٹر خوشتر نورانی، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلشرز لاہور۔ صفحہ ۱۹۶)

نیپال میں اتحاد مسلم کی ضرورت واہمیت:

اگر ملک نیپال میں مسلمانوں کی اتحاد و اتفاق کی بات کریں تو اس وقت اس کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی سانس لینے کے لیے صاف فضا کی، جتنی پانی مچھلی کے لئے بلکہ جتنی

ضرورت انسان کو سانس لینے کے لیے۔ پچھلے چند سالوں سے مسلمانوں کے لئے جو حالات پیدا ہو رہے ہیں اس تناظر میں آپسی اتحاد، بھائی چارگی اور پیار ومحبت کے ساتھ مل جل کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے اور اس حقیقت سے انکار وانحراف خودکشی اور اپنے آپ کو اور موجودہ وآنے والی نسلوں کو ہلاکت وتباہی کے گڈھے میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ جملہ علماء اہلسنت نیپال تمام تر قدیم وجدید اختلافات کو بھول کر شیرازہ بندی کر کے مثالی قوم بن کر ابھریں اور قوم کی سچی رہنمائی کریں۔ کم از اسلام کے نام پر متحد ہو جائیں اور اپنے اپنے فتاویٰ منسوخ نہیں کر سکتے تو خاموشی کے ساتھ برقرار رکھیں (حق و باطل کا راز تو حشر کے دن کھل ہی جائے گا اور سب کو اپنے اپنے فتویٰ کی روشنی میں حساب دینا ہی پڑے گا) مگر خدارا ان فتاویٰ کی تلوار عوام اہل سنت کے بیچ نہ چلائیں، اجلاس عام اور کانفرنسوں میں ان توپوں کو نہ داغیں ورنہ ان فتاویٰ کی تلوار سے آپ کی گردن عقیدت وایمان بھی کٹے گی اور فتاویٰ کے توپوں سے آپ کے گھر بھی زمین دوز ہوں گے۔

ترائی کے تین گروہ:

ملک نیپال کے ترائی کے بعض اضلاع میں اہل سنت کے جو تین گروہ ہیں یا تین گروہوں میں جو یہاں کے سنی مسلمان بٹے ہوئے ہیں تینوں کا محور عقیدت تاجدار مدینہ، صاحب ملت بیضا محمد عربی روحی فداہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے، فقہی مسائل میں تقلید کی حیثیت سے دیکھا جائے تو سب کا مرجع امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، چودہیں صدی کے تناظر میں اہل سنت کا جائزہ لیا جائے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کا مشن ہے۔ اگر اس مشن کو مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کیا جائے تو

کوئی غلط نہ ہوگا۔اور بلا شبہ مسلک اعلیٰ حضرت معتقدات ونظریات اہل سنت کی سچی اور فارق بین الحق والباطل تعبیر کا نام ہے۔اور اسی نظریہ کے حاملین نیپال کے تینوں گروہ ہیں۔تو کم از کم مسلک اعلیٰ حضرت کا جو نعرہ لگاتے ہیں اسی کو نقطہ اتحاد بنا کر بغیر کسی کو اونچا نیچا دکھائے، لعن وطعن کئے، مسلک بیزار بیان بازی کئے اور سب وشتم کئے متحد ہو جائیں اور اپنی منصبی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے امت مسلمہ کے ہر گوشۂ حیات پر نظر رکھتے ہوئے بہتر سے بہتر خطوط فکر وعمل مرتب کریں، امت کی وحدت، عزت، سربلندی اور فتنوں کے سدباب کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقے کو پوری قوت اور ایمانی توانائی کے ساتھ حرز جاں سمجھیں۔

اتحاد اہل سنت اعلیٰ حضرت کی نظر میں:

اس وقت علمائے اہل سنت کا متحد ہو کر باطل کی چالوں کا مقابلہ کرنا کس قدر ناگزیر ہے اسے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر میں ملاحظہ کر سکتے ہیں، چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی بہت ضرورت ہے، مگر اس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے:

(1) علما کا اتفاق۔

(2) تحمل شاق قدر بالطاق۔

(3) امرا کا انفاق لوجہ الخلاق۔یہاں یہ سب مفقود ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج:12،ص:132)

مسلمانوں کی اجتماعی قوت کی بنیاد:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلمانوں کی اجتماعی قوتوں کے حصول کے لئے سب سے بنیادی نقطہ وامر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہی بتایا اور حقیقت بھی یہی ہے اور جب تک یہ چیز نہ ہوتو مرو مٹو شور مچاتے کیوں ہو کا تازیانہ ہی ملے گا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتفاق علما کی اہمیت وافادیت کو جانتے تھے اس لئے اسے پہلے درجہ پر بیان کیا اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہ چیز اسی وقت ممکن ہے جب علما خود نمائی، شہرت، خود بینی، حسد اور اپنی انا کی دنیا سے باہر نہیں آتے۔ ورنہ سینو کی آگ سے دل کے پھپھولے جلتے رہیں گے اور نفرتوں کی لپیٹیں اور مخالفت کے شعلے بھڑکتے رہیں گے۔ اور علما حسد کی زنجیروں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت اپنے دور کے بارے میں یہ عندیہ ظاہر فرماتے ہیں تو اس دور کی باتیں ہی رہنے دیجئے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اتفاقِ علما کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہو گئے۔ اس کی توہین، تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ ''ہیں'' لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے ؟ اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ جو اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی؟ حاشا یہ کلیہ نہیں مگر للا کثر حکم الکل۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:133)

رئیس التحریر علامہ یسین اختر مصباحی صاحب حالات حاضرہ کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ایک بہترین نسخہ کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقت کا شدید مطالبہ ہے کہ متعدد غیر منظم سنی حلقے اپنے مسائل حل کرنے اور مخالفین کا

مقابلہ کرنے کے لیے خلوص دل سے کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ یہ ساری ندیاں نالے مل کر ایک بیکراں سمندر میں تبدیل ہو جائیں یا کم از کم دیانت دارانہ وفاقی جماعت تشکیل دے کر ایک مضبوط و مستحکم اور بلند و بالا عمارت کی بنا ڈال کر اپنے خون جگر کا نقش جمیل اس کے در و دیوار میں ثبت کریں اور اس کے فروغ و بقا کی راہ میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کردیں۔

جس روز ایسا نقشہ سامنے آ گیا تو پھر ید اللہ علی الجماعۃ کے بموجب قدرت کی نوازشات اور اس کی عنایات کا دروازہ اس طرح کھل جائے گا کہ اطراف ہند ہی نہیں بلکہ اس کی موج رحمت سے نہ جانے کتنے ملک اور کتنی قومیں نہال اور شادکام ہو جائیں گی"

(نقوش فکر، ص: ۳۷)

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

(ڈاکٹر اقبال)

تین گروہ اور آپس میں برے القاب سے موسوم کرنا:

جیشی زاہدی اور عثمانی گروہ بندی صرف نیپال کے تین اضلاع میں ہی ہیں دھنوشا، مہوتری اور سرہا اور ہاں چنگاڑیاں ملک کے مختلف حصوں میں ضرور پائی جاتی ہیں اور وہ بھی انہیں اضلاع کے علما و ائمہ کی آمد و رفت سے۔ میرا تو کہنا ہے کہ ان الفاظ کا استعمال

ہی فتنہ کی آگ کو ہوا دینا ہے، نفرت و بیزاری کو شعلوں کو بھڑکانا اور بھائی چارگی کی رسی کو توڑنا ہے۔ سارے علمائے اہل سنت نیپال سب سے پہلے اسلام کے داعی اور مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان ہیں تو پھر ان سے وابستہ افراد کو کسی اور نام و لقب سے تحریروں اور تقریروں میں یاد کرنا کونسی عقلمندی ہے اور کیوں کر روا ہوسکتا ہے؟ کیا یہ رویہ درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی روشنی میں ممنوع نہیں ہے؟ ارشاد رب ذوالجلال ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورہ حجرات ۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دُور نہیں کہ وہ ان ہنسے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان سے کیا ہمیں اپنے ایمان و اعمال کی فکر نہیں کرنی چاہئے؟ یہ آیت کریمہ ایسے لوگوں کے لئے رہنما نہیں ہے؟ یا جان بوجھ کر اس سے چشم پوشی کیا جارہا ہے؟

یہاں نیپال کے ہر طبقہ اہل سنت سے میں وہی سوال کرنا چاہوں گا کہ جب ہر طبقہ اور اس کے وابستگان خود کو مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والے کہتے اور لکھتے اور باور

کراتے ہیں، ہر ایک کا سلسلہ ایک ہی پیر و مرشد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہوا سرکار مولائے کائنات تک پہنچتا ہے اور پھر حضور رحمت عالم ﷺ تک اور ہر ایک کے استاذ کی فقہی سند امام اعظم تک اور سلسلہ حدیث نبی کریم ہادی برحق ﷺ تک پہنچتا ہے تو پھر پیر کے نام پر، ادارہ کے نام یا کسی اور نام پر بٹوارہ کیوں؟ بھید بھاؤ کیوں؟ ہر ایک اسٹیج پر بریلی شریف اور مارہرہ شریف کے مشائخ آتے ہیں اور ہر طبقہ کے علما کو اس دیار برکات سے خلافت و اجازت ملی ہے تو پھر آپس میں گتھم گتھی کیوں؟ دشمنی کیوں؟ نفرت کیوں؟ آپسی خانہ جنگی ورسہ کشی کیوں؟ کیا اس کی اجازت شریعت اسلامیہ دیتی ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر ایک کیوں نہیں ہوجاتے تاکہ اہل سنت کے مابین آپسی محبت و بھائی چارگی اور اتحاد و اتفاق کی ایک نئی صبح جلوہ فگن ہو۔

آپسی اختلاف کا سلسلہ آخر کب تک؟

میں نے علمائے اہل سنت نیپال کے آپسی اتحاد و اتفاق پر اپنی رائے ،تجاویز اور گذارشات اس وقت بھی پیش کی تھی جب اس موضوع پر سوشل میڈیائی پلیٹ فارم واٹسپ پر کچھ علمائے کرام نے اس حوالے سے پیشکش کی تھی اور اپنی رائے رکھ کر ماحول کو سازگار بنانے پر توجہ دی تھی۔ واٹسپ گروپ میں احباب اہل سنت کے سامنے فقیر نے جو پیغام اتحاد دیا تھا اسے بھی یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

’’فتنوں اور فساد کا دیو ہیکل جن ہمیں نگلنے کے لئے منہ کھولے ہوا ہے، کفر کی باطل قوتیں ہمیں مٹانے، ہمارے گھروں کو جلانے، ہمارے املاک کو خاکستر کرنے اور ہماری ماں بہنوں کی چادر عفت کو تار تار کرنے کے لئے چاق و چوبند ہو چکی ہیں، کفر و باطل کے لشکر

خونخوار مسلح ہوکر میدان میں اتر چکے ہیں، بھگوا ردھاری دہشت گرد ہمارے جسموں سے گوشت و پوست نوچنے کے لئے گھات میں نہیں بلکہ ہماری دہلیز تک آہٹ دے چکے ہیں، ہماری گلیوں میں باطل رقص کناں ہیں، ہمیں ڈرایا جارہا ہے، ہماری فکری قوتوں پر خوف وہراس کا پہرہ لگایا جاچکا ہے۔ ایسے وقت میں ہمیں تمام فروعی، علاقائی، برادری، تنظیمی اور دیگر اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اتحاد و اتفاق کی قوت حاصل کرنی چاہیے، ایک دوسرے کے لئے رب کے حضور دعا کرنی چاہیے، اپنی حفاظت اور قوم کے تحفظ وبقا کے غور وفکر اور لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے، حالات سے کیسے نپٹا جائے اس پر غور و فکر کرنی چاہئے ،ارباب اقتدار و سیاست تک اور عالمی میڈیا یا عرب مما لک تک رپورٹنگ کیسے ہو اس پر بیٹھ کر تبادلہ خیال ہونا چاہئے ،قلیل التعداد مسلم علاقوں کی حفاظت کیسے یقینی ہو اس پر فوکس کرنی چاہئے ،مگر نہیں ہم ہیں کہ انجام سے بے خبر، حالات سے آنکھیں بند کر کے اپنوں ہی کے ساتھ دست و گریباں ہورہے ہیں، اپنی زبان کی تلوار چلا کر اپنے ہی سنی بھائیوں کے سینہ عقیدت پر حملہ کررہے ہیں، کہیں تکفیری فتویٰ کا خنجر تو کہیں تضلیلی وتفسیقی گولہ وبارود کی بارشیں تو کہیں صلح کلیت کا بم اور بھی طرح سے سب ایک دوسرے پر حملے کررہے ہیں۔ کسے کہیں مفکر، کسے کہیں مصلح، کسے کہیں قائد، کسے کہیں دردمند، کسے کہیں اتحاد کا داعی؟ سبھی کہیں نا کہیں کسی نا کسی طرح ایسا سیال مواد اپنی تحریر میں، اپنی تقریر میں اور اپنی گفتگو میں ملا دیتے ہیں جو کسی زہر سے کم نہیں ہوتے۔

اگر کوئی آدمی بے موقع ومحل نامناسب بیان جاری کرتا ہے جس سے کسی کی عقیدت کو

ٹھیس پہنچتی ہے تو وفد کی شکل میں وہاں پہنچ کر جواب طلب کیجئے ،مواخذہ کیجئے مگر اس کا بھی ایک وقت ہوتا ہے، کب کیا کرنا چاہیے اس سے بے خبر بھی نہیں رہنا چاہیے، بے سوچے سمجھے جوابی کاروائی بھی تو دانشمندی نہیں اور نہ محاذ آرائی زیب دیتی ہے۔اس وقت کس امر کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اس پر غور کرنا چاہئے۔کچھ بھڑکاؤ بیان بازی یا ویڈیو گرافی کرنے والوں کو مرفوع القلم سمجھ کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔چند روز قبل لہنہ شریف کے اسٹیج پر اپنے ہی سنی علما کے خلاف ایک مولوی نے زہر فشانی کی جس کی شرع شریف قطعی اجازت نہیں دیتی ،علی پٹی اور لادو بیلا کے اسٹیج پر حضور شیر نیپال علیہ الرحمہ کی تکفیر کی گئی ،مہوا کپلیشور کے اسٹیج پر سنی علما کو دہشت گرد جیسے ناجائز لفظ سے یاد کیا گیا اور یہ سب ارباب شرع کی موجودگی میں ہوا جو نہایت ہی غیر اخلاقی و مذہبی جرم ہے۔ملک نیپال میں جس کو جہاں موقع ملتا ہے اپنی زبان کو اسٹیج پر تو کوئی فیس بک پر تو کوئی واٹساپ پر نفرتوں کے سمندر ڈبو کر زہر آلود بیان دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں بڑا مفکرانہ کام کیا ہے اور فخر محسوس کرتے ہیں اور کچھ جہال معتقدین اسے جرآت و حق گوئی سے تعبیر کرتے ہیں۔لاحول والاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

دیکھیں صاف لفظوں میں ایک بات ذہن نشین کر لیجئے کہ نیپال میں جو اختلاف کئی سالوں سے چل رہا ہے اور اب اس پر نئے انداز میں ملمع سازی کر کے پیش کیا جا رہا ہے وہ شرعی و مسلکی اختلاف کم اور نفس پرستی زیادہ ہے۔جیشی ہو کہ زاہدی یا عثمانی یہ سب کچھ نہیں بلکہ یہ خود ساختہ اختلافی خوراک کا نام ہیں جن سے نفس پرستوں اور پیٹ پوجاریوں کا پیٹ بھرا جاتا ہے، بلکہ ان تینوں کلمات کا استعمال کرنا ہی غیر مناسب ہے۔

تینوں طرف کے علما کا مصدر و مرکز ایک ہے اور وہ ہے اسلام وسنیت پھر اختلاف کیوں؟ ایک دوسرے پر کفر و گمراہی کی تلوار سے وار کیوں؟ جو ماضی میں ہو چکا اس اختلاف کے بوجھ کو نئی نسل کے کاندھوں پر جبرا کیوں لادا جارہا ہے اور کب تک ایسا ہوگا؟ اور نئی نسل کے علما اس اختلاف کی نوعیت کو سمجھ کر استقامت وصلح اور امن کی راہ کیوں نہیں اختیار کرتے ہیں اور اسی کی طرف عوام الناس کی رہنمائی کیوں نہیں کی جارہی ہے؟ کیا اسلام میں مفاہمت ومصالحت کے لئے کوئی جگہ ہے یا نہیں؟ کیا اس بارے میں اسلام کی وسیع تر تعلیمات کا دائرہ تنگ ہوگیا یا ہم نے تنگ کردیا یا ان کی وسعت قوم سے چھپارہے ہیں؟ مجھے ذاتی طور پر کسی سے اختلاف نہیں ہے، اگر ایسا ہے تو میں اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں، ہاں شرعی اختلاف ہو تو یہ الگ بات مگر یہ بھی شرعی حدود ودائرہ میں ؎

کشتی چلا رہا ہے مگر کس ادا کے ساتھ
ہم بھی نہ ڈوب جائیں کہیں ناخدا کے ساتھ
پیر مغاں سے ہم کو کوئی بیر تو نہیں
تھوڑا سا اختلاف ہے مرد خدا کے ساتھ

اس وقت ہر طرف کے سنی نوجوان علما سے عرض کروں گا خدارا دل صاف کر لیجئے، سینوں کو کشادہ اور بے کینہ کر لیجئے، فتوی بازوں سے دور رہئے، قوم کو لڑانے والوں سے بیزار و دور ہو جائے، محبت کا پیغام عام کیجئے، اتحاد کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیجئے اور دوسروں کے ہاتھوں میں بھی یہ رسی تھمائے، نفرت کا بازار نہیں عقیدتوں اور پیار کا شہر آباد کیجئے۔ جن بڑوں اور پرانوں کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے ان کا علاج کروانا ممکن ہو تو مل جل کر کیجئے ورنہ ان کی پیروی سے بچئے، جو علما فیس بک پر ویڈیوز بنا کر شائع کرتے ہیں وہ پہلے اس کے مثبت ومنفی اثرات پر بھی غور کرلیں پھر نشر کریں۔ بس کسی نے کہا اور نشر کر دیا ایسا نہ کریں۔ بلکہ دعوت و

تبلیغ کے لیے جماعت اہل سنت کے جو ماہر مبلغین ہیں انہیں آئڈیئل بنائیں اوردین کی اشاعت میں اورقوم کی حفاظت کا فریضہ بہتر سے بہتر انداز میں دیں۔

اورایک خاص بات یہ کہ ایسے خطیبوں، مفتیوں اور عالموں پر کڑی نظر رکھیں جوامن کو خراب کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، جو بھڑکاؤ تقریر کرتے ہیں، ان کے خلاف قانونی کاروائی کریں، چپ رہ کر تماشائی یا نالہ کناں نہ رہیں۔بس ایک بار ایک کے خلاف پیش قدمی کی ضرورت ہے پھر دیکھیے کس ماں کے لال پیلے میں ہمت ہوتی ہے۔ کہنے اور لکھنے کو تو بہت کچھ ہے مگر اسی پر بس۔تکلیف دہ جملوں اور کلمات سے معذرت خواہ ہوں۔'' (تاریخ تحریر واشاعت: ۲۹/ اکتوبر ۲۰۲۲ء مع قدرے ترمیم)

گروہی ناموں کی بجائے مسلک اعلیٰ حضرت سے تعارف ہو:

نیپال کے ترائی کے بعض اضلاع اور علاقوں میں اگرچہ تین گروہ اب متعارف ہو چکے ہیں مگر میں سمجھتا ہوں گروہوں کی بجائے مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں کے ساتھ ہی ہر ایک کا تعارف ہواور ایک ہی نام کی چاشنی میں ڈوب کر شیریں ہوجائیں تو کیا کہنے۔اپنے اپنے ماننے والوں کو کسی گروہی نام وٹائٹل سے متعارف ومشتہر کرنے سے روکیں ان شاء اللہ اس کے مثبت نتائج دیکھنے کو ملیں گے۔ایسے کوئی بھی شخصیت اپنی جانب منسوب گروہ شاید ہی پسند کرتی ہو، یہ جھوٹے محبت کے دعویداروں کی بیجا شدت اور حریف کی مرہون منت ہوتی ہے جو کسی بھی شخصیت کی جانب منسوب کر کے گروہ و فرقہ متعارف کروادیتے ہیں اور اسی کا نتیجہ حبیثی زاہدی اور عثمانی گروہ ہیں۔بہر حال تینوں فریق آپس میں دست وگریباں ہیں یا ہو چکے ہیں یا ہوتے رہتے ہیں۔اس لئے ہر فریق کو اپنے رویوں اور پالیسیوں پر غور وفکر کی ضرورت ہے اور سب فریق بس ایک

جماعت (اہل سنت) میں ضم ہوجائے تو کیا کہنے! یا کم از کم اپنے اپنے مرکز عقیدت کی زلفوں کی اسیر رہ کر بھی کسی دوسرے فریق کے مرکز عقیدت کے خلاف جملہ بازی یا فتویٰ بازی نہ کریں تو ایک اچھی اور خوشگوار فضا قائم ہوسکتی ہے۔ اور اسی جانب قرآن کی اس آیت کریمہ نے رہنمائی کی ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ

(الانعام:108)

ترجمہ: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے یونہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کردیئے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتادے گا جو کرتے تھے۔ (کنز الایمان)

اس رہنما آیت میں غور کریں کہ قرآن مجید نے تو ان دیویوں اور دیوتاؤں کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے جن کی غیر مسلم حضرات پرستش کرتے ہیں تا کہ جواب میں کفار و مشرکین مسلمانوں کے سچے معبود کو گالی نہ دیں اور امن و امان بھنگ نہ ہو۔ جب باطل خداؤں کے لئے قرآن کا یہ نظریہ اور اصول ہے تو مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں اور اکابر علما کے لئے بدرجہ اولیٰ یہ فکر پروان چڑھائی جانی چاہئے اور اس پر عامل بھی کہ کسی بھی امر و معاملہ اور مسئلہ میں اختلاف رائے کی وجہ سے ہرگز مطعون نہ کیا جائے اور نہ توہین و تحقیر کی جائے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ جو شرع شریف کی زد میں آئیں تو ان کے حوالے سے مناسب انداز میں بات اور بحث کی جائے اور اس میں بھی عوام الناس کے سامنے انتشار پیدا کرنے والے جملوں اور لب ولہجہ سے بچنا ضروری ہے۔

ایک دوسرے پر طنز کیوں؟

آج کثرت سے دیکھا جاتا ہے کہ اہل علم ایک دوسرے پر طنز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، لعن وطعن تکیہ کلام بنا رکھا ہے، کوئی تکفیری بم داغ رہا ہے، تو کوئی گمراہیت کا فتویٰ دے رہا ہے اور کوئی اپنی غلطی دوسرے کے سر تھوپنے کی ہمت کر بیٹھتا ہے اور اہل سنت کے باوقار علما کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے میں ایک ذرہ تامل نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کون ہوتے ہیں ایک غلطی کا بوجھ پورے سماج پر ڈال دیں؟ کس نے یہ آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ اپنے اداروں میں بیٹھ کر بغرض انتقام کسی پر کفر پلٹنے کا خاکہ مرتب کریں، آپ کون ہوتے ہیں کسی کو صلح کلی اور دل بدلو کہنے والے، کیوں کسی کو اپنے جلسوں اور اسٹیجوں پر خواہ ہندوستان کا مولوی ہو یا نیپال کا انہیں علمائے اہل سنت نیپال کے خلاف زہر فشانی کریں؟ کیا آپ بھول گئے کہ جلسے اس لئے ہوتے ہیں عوام کی اصلاح ہو، عقائد کی حفاظت کا درس دیا جائے نہ کہ سب وشتم اور لعن و طعن کے لئے، اس لئے نہیں کہ عوام میں غلط فہمیوں کا ماحول پیدا کر دیا جائے۔ کیا آپ اپنے لئے یہ پسند کریں گے کہ کسی دوسرے اسٹیج پر آپ کے خلاف بولا جائے، آپ کو سب وشتم اور لعن وطن کا نشانہ بنایا جائے؟ یقینا آپ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کریں گے، تو پھر کیوں آپ دوسروں کے لئے ایسا کرنے اور کروانے کو روا رکھتے ہیں؟ کوئی ہندوستان سے کرائے کے مولویوں کو بلا کر اہل سنت کی عظیم شخصیت کو کافر کہتا ہے اور سارا مجمع تماشائی، کسی اسٹیج پر اپنے ہی ملک کے نامور علما کے خلاف ہذیانات کا گولہ داغا جاتا ہے اور سارا جلسہ صوم سکوت کی نیت کئے ہوا ہے، کوئی اور ذریعہ اختیار کرتا ہے دوسرے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لئے۔ ان سب رویوں اور نفرت بھری گفتگو کو چھوڑ کر سب ایک رنگ میں رنگ جائیں اور وہ ہے سنیت کا رنگ، اسلام کا رنگ، محبت و

پیار کا رنگ، بھائی چارے کا رنگ، إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ کا رنگ۔

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی ، نہ افغانی

وقت کی پکار:

اے رہنمائے قوم وملت! اے کشتی اہل سنت کے نا خداؤ! اے مسلک اعلیٰ حضرت کے وفادارو! اے علیٰ حضرت کے مسلک کے پر چارکو! اے ارباب خرد! اے خواص وعوام اہل سنت!

یہ وقت غفلت کا نہیں، یہ وقت آپس میں لڑنے اور الجھنے کا نہیں، یہ وقت اپنوں کو ہی زبان وقلم کی تیر وتلوار سے زخمی کرنے کا نہیں، یہ وقت اپنوں ہی کے خلاف بازو آزمائی کا نہیں، یہ وقت اپنے مسلمان بھائیوں کی پشت وسینہ پر خنجر سے وار کرنے کا نہیں، یہ وقت نفرت کا زہر گھولنے کا نہیں، یہ وقت انتشار وافتراق کا نہیں، بلکہ یہ وقت ہوش کے ناخن لینے کا ہے، یہ وقت احساس زیاں کا ہے، یہ وقت سیاسی و مذہبی دونوں میدانوں میں اپنی شناخت و قیادت فکر و پہل کرنے کا ہے، یہ وقت شیرازہ بندی کا ہے، پیار ومحبت کی خوشبوؤں سے ماحول ومعاشرہ معطر کرنے کا ہے، مل جل کر رہنے کا ہے، اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کا ہے، دلوں کو بے کینہ کر کے بھائی بھائی بن کر رہنے کا ہے، دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ رہنے کا ہے، یار بن کر جینے کا ہے، قائد بن کر قیادت کرنے کا ہے، سیاسی میدان میں اپنے نمائندوں کو اتار کر ارباب اقتدار تک اپنی آواز پہنچانے کا ہے، آسمان سنیت کو روشن کرنے کا ہے، گلشن اسلام کو لالہ زار بنانے کا ہے اور تمام علاقائی اختلافات سے پرے ہو کر ملت واحدہ کی صحیح تصویر بن کر ابھرنے کا ہے۔

یہی مقصود فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

(ڈاکٹر اقبال)

ٹرننگ پوائنٹ:

سوشل میڈیائی پلیٹ فارم پر مولانا مشتاق احمد نوری صاحب کا ایک خوبصورت مضمون نظر سے گذرا، اس مضمون کا ہر اقتباس بصیرت افروز اور خواب غفلت سے بیدار ہونے پر ابھارتا ہے، اس مضمون کا درج ذیل حصہ اہل نظر کی خدمت میں پیش ہے:

''یہ وقت کا وہ ٹرننگ پوائنٹ ہے جس میں ہمارا سب کچھ داو پر لگا ہوا ہے جان بھی، مال بھی، آبرو بھی۔ ان سب کی سلامتی کی ذمہ داری بھی ہمارے ہی سر ہے۔ سر دھڑ، مال ومتاع اور عزت وآبرو کا تحفظ کسی کو بھی سستے میں نہیں ملتا۔ اس کے لیے طویل جد و جہد اور فکر و تدبیر سے لیس حل تلاشنے کے لیے سر جوڑ کر بیٹھنا ہوتا ہے۔ حکمت و مصلحت بھرے اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے۔ صرف مسجد کے منبر ومحراب کے سائے میں بیٹھ کر اخلاص وتضرع سے خالی، لمبی لمبی دعائیں کرنے سے قوم وملت محفوظ نہیں رہ سکتی۔ ائمہ مساجد سے فلاں فلاں فسادزدہ علاقوں کا نام لے کر دعا کی گزارش کرنے سے وہ علاقے محفوظ و مامون نہیں ہوجائیں گے۔ ایسے عمل کی حیثیت بس اتنی ہی ہے کہ دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

ہم نے پہلے برما کے خونیں مناظر دیکھے ہیں۔ برما میں بچوں کے کٹے پھٹے سر اور روہنگیا عورتوں کے بے لباس بدن دیکھے ہیں۔ پر ہم نے برما کے حالات کو یکسر نظر انداز کیا، اس سے سبق نہیں لیا۔ یہ ملک اتنی جلدی برما جیسا بنا دیا جائے گا یہ تو سوچا ہی نہیں تھا۔ آج ملک میں جو لوگ ان دنگوں کے شکار ہوں ان سے پوچھئے کہ ان پر کتنے خوں

آشام بر ما بنائے گئے۔ انہیں کن اذیت ناک انجام سے دو چار ہونا پڑا؟ پر ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ رمضان کے روزے سے ہیں، حافظ صاحب کے پیچھے فاسٹ تراویح بھی پڑھ رہے ہیں، قسم قسم کے لذیذ پکوانوں سے بھری افطاری کا انتظام بھی ہمارے ہی سر ہے۔ ہمارے مسند نشینوں کی مجلسیں بھی نارمل ہیں۔ بعض یوٹیوب پر ویڈیوز دیکھ کر دل بہلا رہے ہیں۔ ہم نے ٹھان رکھی ہے ہمارے مرے شعور میں روح پھونکنے، سرد پڑے احساسات میں حرارت بھرنے کے لیے کوئی فرشتہ ہی اترے، جس کا امکان صفر ہے۔''

مسلمانوں کی حالت زار:

موجودہ حالات اور ذمہ داران کے رویوں اور خاموشی سے زخمی ایک اسکالر مولانا ظفر الدین رضوی ممبی اپنے ابتدائی مضمون میں جذبات دل کو سینہ قرطاس پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آج پوری دنیا کے مسلمانوں کی حالت زار اس قدر زوال پذیر ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایسے پر آشوب دور میں جب کہ امت مسلمہ افتراق و انتشار کی شکار ہے، اتحاد و اتفاق کا فقدان ہر طرف صاف طور سے دکھائی دے رہا ہے۔ ہر طرف افراتفری کا ماحول ہے۔ برتری و انارکی کا دور دورہ ہے۔ دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنا، صاحب ثروت کا غریبوں کو تیکھی وٹیڑھی نظروں سے دیکھنا عام سی بات ہے۔ حد تو یہ ہے صاحبان علم و دانش اس بیماری میں زیادہ مبتلا نظر آرہے ہیں۔ ان کی آپسی چپقلش اور رسہ کشی کی وجہ سے عوام میں انتشار و اضطراب کی جڑیں مضبوط ہوتی جا رہی ہیں، گروپ بندی کے ساتھ ساتھ مشربی اختلافات اپنے شباب پر ہیں، یہ بیماری دن بدن بڑھتی ہی جارہی ہے۔ خانقاہوں کے سجادگان (الا ماشاء اللہ) اتحاد و اتفاق کے موڈ میں ہرگز

نہیں دکھائی دے رہے ہیں۔حالانکہ ان کے ذریعہ اتحاد کی روشنی سارے عالم کو روشن وتابناک بناسکتی ہے،مگر یہ فکران کج کلاہان میں دوردور تک دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ایسے میں اتحاد کی جڑیں کیسے مضبوط ہوسکتی ہیں؟ جب کوئی بھی خانقاہ وادارہ کسی دوسرے ادارے وخانقاہ کو اپنے سے کمتر سمجھنے لگے تو اتحاد کی باتیں دوراس کی بوبھی نہیں آسکتی۔ حالانکہ اس بوئے ناخوشگوار کا رخ موڑنے کے لئے ہمارے معاشرے میں ایک سے بڑھ کے ایک صاحب فضل وکمال،خلوص وللّٰہیت کے پیکر موجود ہیں،جن کے ایک اشارے پرآج بھی پوری جماعت ایک پلیٹ فارم پرآسکتی ہے۔مگر انہیں اس کام کی فرصت کہاں !ان کی انا کا خمار اس طرف سوچنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔انہیں تو اپنی دوکان چمکانے کی فکردامن گیر ہے۔

(ISLAM ON WEB.NET)

اختلافات اہل سنت کی ایک وجہ:

اہل سنت میں مخالفت ومشاجرت اور اختلافات معاشرہ کش جہاں اس کے کئی اسباب ہیں وہیں ایک وجہ متشدد وذاتی منفعت پرست جھوٹے معتقدین ونام لیوا کی چاپلوسی،سرگوشی،کسی کی باتوں میں مرچ مسالہ لگا کر پیش کرنا اور ذمہ داران کا بلاتفتیش یقین کرکے دوری اختیار کرنا اور بائیکاٹ کا اعلان کرنا بھی ہے۔مولانا ساجد حسین صاحب اپنے ایک مضمون میں بڑی دل بھاتی باتیں لکھی ہیں:

''ادھر ایک دہائی کے اندر ہماری جماعت میں شدت پسندوں کا ایک ایسا طبقہ پروان چڑھا ہے،جس نے آپسی اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کرنے میں سب سے اہم کردار ادا کیا ہے۔علم ودانش اور فکر وتدبر سے نا آشنا یہ طبقہ تحقیق وتفتیش اور اصلاح کی سعی کے بغیر ہی کسی شخصیت کو جماعت سے خارج قرار دینے میں ذرا

بھی دریغ نہیں کرتا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اہل سنت کا خارجہ رجسٹر ان دنوں ان ہی حضرات کے قبضے میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ طبقہ آئے دن اہل سنت کی کسی نہ کسی شخصیت، تنظیم اور ادرے کو جماعت کی فہرست سے خارج کرتی نظر آتی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ وہ اپنی یہ نادانیاں دوسروں کو بھی تسلیم کرانے کے درپے رہتے ہیں اور عدم اتفاق کی صورت ان کی سنیت بھی اس طبقے کے نزدیک مشکوک ہوجاتی ہے۔ کسی کے لیے صلح کلیت کا حکم لگا دینا گویا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ 'بائیکاٹ' کی اسلامی سزا کو ان لوگوں نے مذاق بنا دیا ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اختلاف انتشار کا یہ عمل ماضی قریب کی ایک ایسی شخصیت کے نام پر انجام دیا جا رہا ہے، جو برصغیر میں اتحاد اہل سنت کے سب سے بڑے علم بردار تھے۔ اس طبقے کی یہ سرگرمیاں جماعتی مفادات کے حق میں حد درجہ نقصان دہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان افراد کو صراط مستقیم پر گام زن فرمائے۔''

(ہماری ویب ڈاٹ کام)

یہی بات مولانا ظفر الدین صاحب نے بھی اپنے دلکش انداز میں کہی ہے:

''ملت کے ہر باشعور فرد کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کر لینی چاہئے کہ کچھ مفاد پرست اور دنیا طلب مولوی نما لوگوں کی نا اہلی اوران کے مکر کی وجہ سے قوم بکھراؤ کی شکار ہوئی اور آج تباہی کے دھانے پر کھڑی ہے۔ امت مسلمہ کی یکجہتی کا شیرازہ مکمل طور سے بکھیر دیا گیا ہے۔ جس کو سبوتاژ کرنے کیلئے جماعت میں چھپے جعفر و میر صادق جیسے لوگ اپنے کام میں مکمل طور پر لگے ہوئے ہیں۔ ان کا اولین مقصد ہی یہی ہے کہ اہل سنت و جماعت میں اتحاد و اتفاق کبھی نہ ہونے پائے۔ ایسے ضمیر فروش لوگوں کو اپنی صفوں سے پہچان کر باہر کا راستہ دکھانے کی سخت ضرورت ہے۔ جو کبھی اصحاب ثروت اور کبھی خانقاہوں

کے سجادگان اور اداروں کے بڑے ذمہ داروں کے درمیان اپنی چکنی چپڑی باتوں سے بدگمانیاں پھیلا کرامت کا بیڑا غرق کرنے میں لگے ہیں۔ ایسے فتنین اور فسادیوں کو اپنی صفوں سے جب تک باہر نہ کیا گیا اتفاق و اتحاد ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اہل سنت کے مابین مشربی اختلافات کو ہوا بالکل نہ دی جائے۔ اتحاد کا نعرہ زبان سے نہیں دل سے لگایا جائے۔ ایک دوسرے کا احترام شرعی اصولوں اور پیغمبر امن ورحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کی روشنی میں کیا جائے۔

(ISLAM ON WEB.NET)

کان بھرنے والوں کی گوشمالی ضروری:

ہمارے اکابر علما و مشائخ کو اس امر کی طرف توجہ دینی ہے کہ جو لوگ کان بھرتے ہیں اور بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پیدا کر کے انتشار کی آگ کو ہوا دیتے ہیں دامن میں چھپے ایسے لوگوں کو کان پکڑ کر باہر کا راستہ دیکھا دیں اور دھتکار کر بھگا دیں۔ جس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ جنگ جمل میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مخالف خیمے میں شامل تھے، اور اسی جنگ میں وہ شہید ہوئے، ان کے لڑکے حضرت عمران جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتے تو اپنے قریب بٹھاتے اور فرماتے کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمہارے والد کو ان لوگوں میں شامل کرے گا جن کے بارے میں قرآن میں ہے کہ: **وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ**۔ (سورہ حجر آیت: 47)

ترجمہ: اور ہم ان کے سینوں میں موجود کینہ کھینچ لیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی ہوں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

اس محفل میں موجود دو شخص کہنے لگے کہ یہ دیکھو کل تک تو لڑتے رہے اور جنت میں

جا کر بھائی بن جائیں گے، کیا انصاف پر مبنی اللہ کا فیصلہ ایسا ہوسکتا ہے، یہ سن کر حضرت علی ناراض ہو گئے اور فرمایا: قوما ابعد ارض الله واسحقها فمن هو اذن ان لم اکن انا وطلحة فمن اذن. تم دونوں یہاں سے اٹھو اور کہیں اور چلے جاؤ۔ اگر میں اور طلحہ ایسے نہیں ہوں گے تو پھر کون ہوگا؟ (ادب الاختلاف ص 17)

اتحاد کے لئے ذمہ داران کا حال:

ہمارے ملک کے سبھی ذمہ داران اتحاد کے لئے آواز نہیں اٹھا رہے ہیں اور جو دو چند اٹھا رہے ہیں تو ان کا لب ولہجہ درست نہیں۔ اور نہ سب یہ چاہتے ہیں کہ آپسی ناچاقایاں بند ہوں۔ شاید اس کے پیچھے شاید انہیں اپنی مسند پیاری ہو، یا ہوسکتا ہو کہ مریدوں اور معتقدین سے ملنے والے نذرانوں میں کمی آجائے۔ مریدین بکھر نہ جائیں، معتقدین ومتوسلین دوسروں کے پاس چلے نہ جائیں۔ اس لئے قوم کے مفادات پر اپنی مفادات کو ترجیح دے رہے ہیں چاہے بھلے ہی پوری قوم مسلم خسارے اور نقصانات کی دلدل میں دھنس جائے۔ وہ نہ اتحاد کا نعرہ بلند کریں گے، نہ اپنے اسٹیجوں سے دوستی و بھائی چارگی کا پیغام نشر کریں گے، بلکہ اسٹیجوں سے کفر کے توپ چھوڑیں گے، جلسوں سے گالیوں کا غبارہ اڑائیں گے، اداروں سے صلح کلیت کا فتویٰ لگائیں گے اور اختلاف ومخالفت کی ہوا کے خلاف محاذ آرائیاں نہیں کریں گے، مشاجرت کو مٹانے کے لے پیش قدمی نہیں کریں گے، سینوں کو بے کینہ نہیں رکھیں گے، منہ سے زہریلی گیس چھوڑتے ہی رہیں گے، زبان پر قابو نہیں رکھیں گے، بہکے قلموں کو لگام نہیں دیں گے، شریر فکروں کو شرافت کی چادر نہیں اوڑھائیں گے۔ بھلے ان کی اپنی فکر وذہنیت کی وجہ سے عام مسلمان شخص اپنے ہی گھر اور رشتہ داروں کے افراد سے دست وگریباں ہوجائیں، بھلے ان کی نسبت وعقیدت کی زنجیر کے پابند ایسے بھی مواقع

پر نہ بات چیت کر سکیں، نہ سلام ومصافحہ کر سکیں اور نہ دعوت وضیافت کر سکیں جن مواقع پر اختلافات کی ان بیماریوں کا علاج ہوسکتا ہے۔ مثلا شادی بیاہ، عید و بقرہ عید وغیرہ۔ جبکہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے زمانے میں ایک شخص قربانی کرنے کے لئے اپنے جانور کو زمین پر لٹا چکا تھا لیکن اس کی اپنے حقیقی بھائی سے دشمنی تھی، اللہ کے رسول ﷺ جلدی جلدی اس کے مکان پر پہنچے اور کہا خبردار! جانور کی گردن پر چھری نہ چلانا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان دشمنی ہے، بات چیت بند ہے اور تم نے اسے منانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ یاد رکھنا اگر تم دونوں کے درمیان دشمنی، بغض اور حسد قائم رہا تو تمہاری قربانی تمہارے منہ پر ماردی جائے گی، بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہوگی۔

شعبان المعظم کے مبارک ومسعود موقع پر چیخ چیخ کر بغض وحسد کے حوالے سے پیارے آقا ﷺ یہ فرمان سنانے والے خود اسے بھول جاتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات اپنے بندوں پر (اپنی قدرت کے شایانِ شان) تجلّی فرماتا ہے اور مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے اور رحم طلب کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے جبکہ کینہ رکھنے والوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔'' ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ''بغض رکھنے والوں سے بچو کیونکہ بغض دین کو مونڈ ڈالتا (یعنی تباہ کر دیتا) ہے۔'' (کنز العمال، شعب الایمان)

کسی کی شہرت ومقبولیت سے جل کر اس کے خلاف بولنے لکھنے والے خود اپنا محاسبہ کریں اور اپنی عاقبت کی فکر کریں۔ کیونکہ حسد کی آگ حاسد کے خرمن پہلے جلاتی ہے، دوسروں کے آشیانہ پر نفرت کے بم و بارود برسانے والے خود اس کے لپیٹ میں آتے ہیں۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم

رؤف رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حسد سے دور رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو۔'' (ابوداؤد)

اسلامی اخوت اور ہمارا حال:

جن علاقائی اختلافات و ماحول سے اس وقت مسلمانان نیپال گذر رہے ہیں ان حالات کے تناظر میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس وقت اخوت و بھائی چارگی کا فقدان ہے، الفت و پیار عنقا ہے، شفقت و مہربانی لاپتہ ہے، نام ونمود کا غلبہ ہے، شہرت طلبی کا خمار ہے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا رجحان ہے۔ اس اختلاف سے رشتے ٹوٹ چکے ہیں، بھائی بھائی میں جدائی ہو چکی ہے اور دوستی دشمنی میں بدل چکی ہے، انتقامی شعلوں میں کئی گھر جل چکے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے پیار کی دیپ جلائیں، دوستی کا ہاتھ بڑھائیں، بھائی چارے کا جذبہ پیدا کریں ایک دوسرے سے گلے مل جائیں، گلے شکوے بھول جائیں، دشمنی کو دوستی میں بدل دیں، انتقامی جوش کو ٹھنڈا کریں، لفظوں کی جنگ و جدال بند کریں، اختلافات کی سرحدوں کی ناکہ بندی کریں اور محبتوں کی خوشبو سے فضائے نیپال کو مہکا دیں۔

اہل علم جانتے ہیں کہ اسلام نے اخوت و بھائی چارگی پر کتنا زور دیا ہے۔ ہجرت کے بعد حضور رحمت عالم ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد انصار و مہاجرین میں رشتہ مواخات قائم فرمایا اور انصار نے اپنے مہاجرین بھائیوں کے لئے کیسی کیسی قربانی دی اور مہاجرین انصار بھائیوں کے لئے کس قدر خود کو اخلاص و وفا کا پیکر بنا کر پیش کیا۔ کیا اس وقت ملک نیپال میں رشتہ اخوت کو پھر سے قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا نبی پاک ﷺ کی اس سنت کو احیا کرنے کا وقت نہیں آیا ہے؟ ان آیات واحادیث کو عام کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا وقت نہیں آیا ہے جن میں بھائی چارگی کی اہمیت و

افادیت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے؟ یا ہم انہیں اپنی کتاب ذہن سے مٹا چکے ہیں اور یا جان بوجھ کر انجان ہیں؟ خیر وجہ کچھ بھی ہو آئے ان میں سے کچھ کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان مبارک فرامین کے نور سے اپنی دنیا کو روشن کرتے ہیں اور عداوت کی تاریکی کو اخوت کی روشنی سے جگمگاتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (پ26،الحجرات:10)

ترجمہ: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔ (کنز الایمان)

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسلِمِ. لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ. وَلَا يَحْقِرُهٗ. اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا وَ يُشِيْرُ إِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسلِمَ. كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ. دَمُهٗ. وَمَالُهٗ. وَعِرْضُهٗ۔"

(صحیح مسلم، حدیث:2564، صحیح بخاری، حدیث 6064)

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اُس پر نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اُسے حقیر جانتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار یہ الفاظ فرمائے: تقویٰ کی جگہ یہ ہے۔ کسی شخص کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ , قَالَ , قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي

نَفْسِي بِيَدِهِ، لاَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلاَ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلاَمَ بَيْنَكُمْ۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، حديث: 3692)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! تم جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو اور کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جسے بجالاؤ تو آپس میں محبت پیدا ہو جائے؟ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔

حضرت ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی: میں اللہ پاک کی رضا کے لئے آپ سے محبت کرتا ہوں، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو، میں نے رسول اکرم صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: قیامت کے دن بعض لوگوں کے لئے عرش کے گرد کرسیاں نصب کی جائیں گی، ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک دار ہوں گے، لوگ گھبراہٹ کا شکار ہوں گے، جبکہ انہیں کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی، لوگ خوفزدہ ہوں گے، انہیں کوئی خوف نہ ہوگا، وہ اللہ پاک کے دوست ہیں، جن پر نہ کوئی اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم! یہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرنے والے۔

(قوت القلوب ج2 ص364)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ عرش کے گرد نور کے منبر ہوں گے، ان پر موجود لوگوں کے لباس اور چہرے نورانی ہوں گے، نہ تو وہ انبیا ہوں گے اور نہ شہدا، لیکن ان پر انبیا اور شہدا رشک کریں گے، صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کی صفات بیان فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ

ہیں، جو اللہ پاک کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں، اس کی رضا کی خاطر ساتھ بیٹھتے ہیں اور اسی کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ جب دو شخص اللہ پاک کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں، اللہ پاک کو ان میں سے محبوب وہ ہوتا ہے، جو اپنے دوست سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ جب کوئی شخص اللہ پاک کی رضا کی خاطر دوسرے شخص سے شوق و محبت سے ملاقات کرتا ہے تو ایک فرشتہ اسے ندا دیتا ہے: تو پاک ہے، تیرا چلنا پاک ہے اور تیرے لئے پاک جنت ہے۔

عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أنْ يَهْجُرَ أخاهُ فَوْقَ ثَلاثِ لَيالٍ، يَلْتَقِيانِ:فيُعْرِضُ هذا ويُعْرِضُ هذا، وخَيْرُهُما الذي يَبْدَأُ بالسَّلامِ۔

(مسلم حدیث نمبر 2560)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے بھائی سے قطعِ تعلقی رکھے بایں طور کہ ان کا آمنا سامنا ہو تو وہ ایک دوسرے سے منہ موڑ لیں۔ ان میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کر لے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہم اہل ایمان پر ایک بہت بڑا فضل و احسان یہ ہے کہ اس نے ہمارے دلوں میں مومن بھائیوں کے لئے الفت و محبت پیدا کردی، چاہے اس مومن بھائی کا تعلق دنیا کے جس حصے سے ہو، جس علاقہ سے ہو اور جس قبیلہ و برادری سے ہو۔ مگر شومئ قسمت کہ آج اس عظیم نعمت سے ہم محروم ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًاۚ (پ4، آلِ عمران، 103)

ترجمہ: اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا (دشمنی تھی) اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔ (کنزُ الایمان)

ایک جگہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۔

(پ10، الانفال: 63)

ترجمہ: اور ان کے دلوں میں میل کر دیا (اُلفت پیدا کر دی) اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے بے شک وہی ہے غالب حکمت والا۔ (کنزُ الایمان)

ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا: کیا تم جانتے ہو کہ مسلمان کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: اللہ پاک اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ رہیں۔'' ارشاد فرمایا: تم جانتے ہو کہ مومن کون ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ پاک اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ''مؤمن وہ ہے جس سے ایمان والے اپنی جانیں اور اموال محفوظ سمجھیں۔''

(مسند احمد، 2/654، حدیث: 6942 بحوالہ تفسیر صراط الجنان)

آپسی اختلاف کی ایک دوسری وجہ:

آج آپسی اختلافات و خانہ جنگی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر کوئی اپنی رائے کو دوسرے پر تھوپنا چاہتا ہے اور تسلیم نہ کرنے کی صورت میں لفظوں کی جنگ و جدال شروع ہوجاتی ہے، کوئی دوسرا اختلاف رائے کرلے تو دیکھئے کیسے آسمان سر پر اٹھالیا جاتا ہے ۔جبکہ ہمارے بزرگوں اور اسلاف کا یہ طرہ قطعی نہیں رہا، اہل علم بہت اچھی طرح یہ بات جانتے ہیں اس کے باوجود خود اس حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا یونس صدفی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں دیکھا۔ایک دن میں نے کسی مسئلے پر ان سے مناظرہ کیا اور پھر ہم جدا ہوگئے، جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو آپ نے میرا ہاتھ تھام کر ارشاد فرمایا: اے ابوموسیٰ! کیا یہ اچھا نہیں کہ کسی مسئلے پر متفق نہ ہونے کے باوجود ہم بھائیوں کی طرح رہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ج8 ص382)

مشہور تابعی مُفَسِّر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جہنمیوں پر خارش مُسلّط کردی جائے گی۔تو وہ اپنے جسم کو کھجلائیں گے حتّٰی کہ ان میں سے ایک کی (کھال اور گوشت اُترنے سے) ہڈی ظاہر ہو جائے گی۔ اُسے پکار کر کہا جائے گا: اے فُلاں! کیا تمھیں اس سے تکلیف ہوتی ہے؟ وہ کہے گا: ہاں۔ پکارنے والا کہے گا: تُو مسلمانوں کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا یہ اس کی سزا ہے۔

(احیاء العلوم، ج2، ص242 بحوالہ مضمون مفتی محمد قاسم عطاری)

اختلافات اور ہماری ڈیپ انکوائری:

دور حاضر میں اکثر اہل علم اور افراد کو پائیں گے کہ اگر کسی سے ایک ذرہ بھی اختلاف ہوا تو اپنے حریف کے کی پوری ڈائری کھنگال ڈالتے ہیں، اس کی خوبیوں کو

چھوڑ کر عیب کی تلاش میں شب و روز ایک کر دیتے ہیں اور اتنی جانفشانی کرتے ہیں کہ کردہ نا کردہ سارے گناہوں کی گٹھری بنا کر عوام الناس کے سامنے نفرت و عدات کا محل تعمیر کرنے لگتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ اسی محل میں ان کے جرائم کا مقبرہ شریعت نے بنا رکھا ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور یہ مرض ادوار سابقہ سے ہی منتقل ہوتا ہوا دور حاضر کے بدخواہوں کو وراثت میں ملا ہے۔

علامہ صالح بن عبداللہ بن حمید لکھتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں غلو کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس سے متاثر شخص متقدمین کی بعض ایسی عبارتوں کو ڈھونڈ کر لاتا ہے جس سے بعض اماموں کی تنقیص ہوتی ہے، یہ شخص اس طرح کی چیزوں کو مختلف جگہوں سے تلاش کر کے جمع کرتا ہے اور پھر انہیں پھیلاتا ہے اور بغض و عداوت کی تخم ریزی کرتا ہے۔ علمی لغزشوں اور فقہی شذوذ کو ڈھونڈنے اور انھیں عوام میں پھیلانے سے صرف مخصوص مسلک ہی نہیں بلکہ پورے دین پر اعتماد مجروح اور متزلزل ہوجاتا ہے۔ یہ کام نہایت بدترین اور عداوت پر مبنی ہے، اس سے نہ عوام کو کوئی فائدہ اور نہ خواص کو۔ ایسا کرنا بیمار دل اور بدنیت شخص کا کام ہے۔

(ادب الاختلاف ص 34-35)

اتحاد اہل سنت کے لئے ہماری کوشش:

اتحاد علماء اہل سنت کے لئے پہل، خاکہ سازی اور علاقائی اختلافات کے ہر پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس طویل المیعاد کشیدگی کو ختم کرنے کے لیے کوششیں یقیناً باعث رحمت و برکت ہوں گی، جن سے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی قوت و توانائی ملے گی اور ہر چیلنج سے نبرد آزما ہونے کے لیے بلند حوصلے ملیں گے۔ جیشی زاہدی اور عثمانی یہ سارے گروہی اختلافات جڑ سے ختم ہو جانے چاہئیں اور مذہب اسلام اور مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک جھنڈا تلے آکر اسلام کی آفاقی تعلیمات کو عام کرنے اور

ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے اور جس طرح ماضی میں ہمارے اسلاف و اکابر و مشائخ اہل سنت مشربی و فقہی فروعی اختلافات کے باوجود باہم شیر و شکر ہو کر رہتے تھے، سلام و کلام، مصافحہ و معانقہ، خورد و نوش، نشست و برخاست اور تمام رسم و راہ جاری رکھتے جو کہ ہماری تاریخ کا سنہرا باب ہے، اسے پھر سے احیا کر کے ایک نئی تاریخ رقم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت مولانا محمد ساجد حسین کے مضمون دل نشیں کے درج ذیل اقتباس فکر انگیز کو پڑھ کر میری فکر بالا کی تائید کر سکتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''اہل سنت و جماعت کی ماضی قریب کی تاریخ پر ہی نظر ڈالیں تو ہمیں وہ زرّین دور بھی نظر آتا ہے۔ جب اتحاد و اتفاق کا بول بالا تھا۔ ہمارے علما و مشائخ باہم شیر و شکر تھے۔ مشربی تعصّبات سے بالا تر ہو کر ایک دوسرے کی عظمت و رفعت کا اعتراف کرتے، ایک دوسرے کا ادب و احترام بجا لاتے۔ یہ قدسی صفات شخصیتیں دینی و مذہبی کاموں میں ایک دوسرے کی دست و بازو ہو تیں۔ محبت و مودت کی یہ پاکیزہ فضا اس لیے قائم نہیں تھی کہ اس زمانے میں مسائل پیدا نہیں ہوا کرتے تھے، یا خانقاہوں، اداروں اور تنظیموں کی تعداد بہت کم تھی۔ بلکہ اس دور میں بھی بڑے اہم مسائل پیدا ہوئے۔ فکری اور نظریاتی اختلافات بھی رونما ہوئے۔ خانقاہیں اور ادارے بھی قائم تھے۔ لیکن ان تمام چیزوں کے ساتھ ان نفوس قدسیہ کے دلوں میں خدا کا خوف موج زن تھا۔ وہ خلوص و للّٰہیت کے پیکر بھی تھے۔ وہ ہر دم دین کی سر بلندی کے لیے کوشاں رہتے۔ وہ دینی و مذہبی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دیتے۔ ان کا کوئی بھی عمل اپنی انا کی تسکین کے لیے نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے مسائل نہایت آسانی کے ساتھ حل ہو جاتے۔ کسی بھی اختلاف کو پنپنے کا موقع نہیں مل پاتا۔ آپسی اتحاد و اتفاق بہر حال باقی رہتا۔ لیکن آج کی صورت حال

اس کے بالکل برعکس ہے۔ اخلاص کی جگہ انا کی ہوس نے لے لی ہے۔ ذاتی مفادات کے حصول کے لیے بڑا سے بڑا دینی و جماعتی نقصان بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرلیا جاتا ہے۔ اختلافات کو ختم کرنے کے بجائے ایک خود غرض طبقہ انہیں مسلسل ہوا دے رہا ہے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔''

(ہماری ویب ڈاٹ کم)

مضمون نگار نے اس تاریخی پس منظر کے بعد اختلاف کی وجوہات میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے جو کہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

''جماعت اہل سنت میں اختلاف وانتشار کا جو سلسلہ تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے اس کا ایک اہم اور بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت کسی ایسی مضبوط قیادت پر متفق نہیں ہوسکی ہے، جسے مختلف فیہ اور متنازع مسائل میں حکم بنایا جاسکے۔ جس کے فیصلے پر عمل درآمد ہر دو فریق اپنے لیے لازم وضروری سمجھتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے بعد اسلامیان ہند کے لیے مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ کی ذات مرجع عوام وخواص تھی۔ ان کا ہر حکم فیصلے کی حیثیت رکھتا تھا۔ متنازع مسائل میں آپ کے فیصلے کو سبھی بسر وچشم قبول کیا کرتے اور آپ کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا تھا۔ افسوس کہ آپ کے وصال کے بعد جماعت کا شیرازہ اس طرح بکھرا کہ پھر کسی شخصیت کی مرجعیت پر پوری جماعت متفق نہیں ہوسکی۔ ایسا اس لیے نہیں ہوا کہ ان کے بعد جماعت میں کوئی ایسی شخصیت نہیں رہی جو مسلمانوں کی دینی قیادت کا فریضہ انجام دے سکے۔ اللہ کے فضل سے آج بھی اپنی جماعت میں ایسی شخصیتیں موجود ہیں جو جماعتی مسائل سے نمٹ کر اپنے دینی و مذہبی فرائض بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ بلکہ اس صورت حال کا اصل سبب یہ ہے کہ اب

ہمارے دلوں میں دینی مفادات کی اہمیت نہیں رہ گئی۔ ہم دین ومذہب کے نام پر صرف اس لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہوسکتے کہ اس میں ہمارے بہت سارے دنیاوی مفادات کا خون ہوگا۔ ہماری شخصیت نمایاں نہیں ہو سکے گی، اور ہم دنیاوی جاہ وجلال کے حصول سے قاصر رہ جائیں گے۔ یقینا اسی طرز فکر کی بنیاد پر جماعتی اتحاد واتفاق کی راہیں مسدود ہوتی جارہی ہیں۔ خلوص و للّٰہیت کے فقدان نے ہماری انا کی آگ کو شعلہ جوالہ بنا دیا ہے جس کی لپٹ سے ہمارے دینی مفادات خاکستر ہوئے جارہے ہیں۔

(ہماری ویب ڈاٹ کم)

تکفیری مرض اسباب وعلاج:

یہ آپسی اختلافات ہی کا نتیجہ ہے کہ اہل سنت میں تکفیری مرض بہت عام ہوتا جارہا ہے، ادنی اختلاف ولغزش، کبھی آپسی رنجش کی بناپر تو کبھی حسد کی بناپر، کبھی جذبہ انتقام کے غلبہ کی بنا پر، کبھی قلت مطالعہ کی بناپر، کبھی واقعات وحقائق سے لاعلمی کی بناپر تو کبھی نمام ومشائین کی لگائی بجھائی پر اعتماد کر کے، تو کبھی عدم احتیاط کے سبب کفر کا وائرس سماج میں چھوڑ دیا جاتا ہے، جس کی چپیٹ میں مسلمان آکر عداوت ونفرت کے نذر ہو جاتے ہیں۔

حافظ ذہبی سیر اعلام النبلا میں امام ابوالحسن اشعری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

رایت للاشعری کلمة اعجبتنی وهی ثابتة رواها البهیقی، سمعت اباحازم العبدوی، سمعت زاهر بن احمد السرخسی یقول :لما قرب حضور اجل ابی الحسن الاشعری فی داری ببغداد دعانی فاتیته .فقال اشهد علی انی لا اکفر احدا من اهل القبله .لان الکل یشیرون الی معبود واحد، وانما هذا کله اختلاف العبارات.

ترجمہ: امام ابوالحسن اشعری کی ایک بات مجھے بہت اچھی لگی اور اس بات کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے زاہر بن احمد السرخسی کہتے ہیں کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ تم گواہ رہنا کہ میں اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہتا ہوں، اس لئے کہ تمام ایک ہی معبود کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور یہ سب الفاظ کا اختلاف ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ فتاویٰ رضویہ شریف میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:

''تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں، لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے۔ (کفر منسوب کرنے سے) باز رہنا اور اسے گناہ کے سبب کافر نہ کہا جائے اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ کہیں'' (فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:318)

آج ہند و نیپال میں بہتیرے علما و مشائخ اور بے لگام خطبا کو مشہور شخصیات، تنظیم و تحریک اور اداروں کی مخالفت کرتے پائیں گے، بائیکاٹ کا فرمان سناتے دیکھیں گے، اسٹیجوں سے صلح کلیت کا صور پھونکتے ہوئے بھی پائیں گے اور عوام اہل سنت اور اپنے حلقہ ارادت وعقیدت میں بائیکاٹ کا فرمان جاری کر دیتے ہیں۔ اور اگر اس بارے میں باز پرس کیجئے تو سبب یہ بتائیں گے کہ خارج از اسلام ہے یا صلح کلی ہے یا صلح کلی فکر کا حامل ہے۔ ان سے پوچھئے کہ خارج از اسلام کیسے ہوگیا؟ صلح کلی کس چیز نے بنایا، کوئی دائرہ اسلام سے خارج کیسے ہوتا ہے؟ ضروریات دین میں سے کس کا انکار کیا ہے اور اس پر کون سی دلیل قطعی ہے؟ اگر یہ سب سوال کر لئے جائیں تو فوراً مسلک اعلیٰ حضرت کا غدار، مرکز کا باغی کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ یا کہہ دیا جاتا ہے کہ ابھی تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آئے گی۔ فقہی مسائل میں بھی اگر اپنی علمی تحقیق کی بنیاد پر کسی مسئلہ میں کسی بڑے سے اختلاف کر لیا جائے، یا فتاویٰ رضویہ سے استفادہ کرتے ہوئے بھی حالات ، زمان و مکان اور قرائن کی بنا پر کوئی فتوی دیدیا جائے تو یہاں بھی صلح کلی یا مسلک اعلیٰ

حضرت کا باغی کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔ یہ نہایت ہی افسوس ناک پہلو ہے، مگر اس کے ساتھ یہ رجحان بھی بہت ہی افسوس ناک اور خلفشار کا سبب ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف پر عمل کرنے کی گنجائش کے باجود اپنی تحقیقی فیکٹری کا پروڈکٹ عام کرنے کے لئے اس سے انحراف کر بیٹھتے ہیں، جو کہ مذموم اور انتشار پھیلانے کا سبب ہے۔ اہل فتویٰ کو اس امر کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اس طرح کے تحقیقی پروڈکٹس کا سیل لگانے سے احتراز چاہئے۔

گفتگو طویل سے طویل تر ہوگئی اور شاید قلم نے کہیں کہیں شوخی بھی کردی، اس لئے ادب کے ساتھ اہل علم ودانش کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ معذرت بھی طلب کرتا ہوں ،مگر یہ بات ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہئے اور نہ اس حقیقت سے انکار کرنا چاہئے کہ ہم علمائے نیپال بلکہ اب تو عوام نیپال بھی ہماری اسٹیجی اور کتابی وتقریری لڑائیوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے دور اور بدظن ہونے لگے ہیں، اس لئے ایسے ماحول اور زہریلی فضا میں ڈاکٹر اقبال کے درج ذیل نظم کے اندر بیان کردہ پیغامات پر غور وفکر کرنا چاہئے اور عملی طور پر اتحاد واتفاق کی راہ کو ہموار کرنے کے لئے اقدام کرنا چاہئے۔ شاعر لکھتا ہے ۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اُخوّت کا بیاں ہو جا، محبّت کی زباں ہو جا
یہ ہندی، وہ خُراسانی، یہ افغانی، وہ تُورانی
تُو اے شرمندۂ ساحل! اُچھل کر بے کراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ و نَسب ہیں بال و پر تیرے
تُو اے مُرغِ حرم! اُڑنے سے پہلے پَرفشاں ہو جا

خودی میں ڈوب جا غافل! یہ سِرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا
مَصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبّت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گزر جا بن کے سیلِ تُند رَو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جُوئے نغمہ خواں ہو جا
(اقبال)

اتحاد اہل سنت کی ممکنہ تدابیر:

یہاں فقیر اپنی ناقص رائے کے مطابق چند تدابیر و مشورے تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

۞ جملہ علمائے اہل سنت نیپال گذشتہ تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ دیں۔

۞ گروہ بندی سے جماعتی شیرازہ بندی کی طرف مائل ہوں۔

۞ حبیشی زاہدی اور عثمانی یہ الفاظ کسی کے لئے استعمال نہ کریں۔

۞ نیپال کی کسی بھی شخصیت سے منسوب کر کے اپنا نام نہ لکھیں، ہاں بیعت کی نسبت لکھ سکتے ہیں جیسے رضوی، برکاتی، قادری اور اشرفی وغیرہ پر اکتفا کریں۔

۞ جتنی بھی اختلافی کتابیں اب تک لکھی جا چکی ہیں ان سب کو دریابرد کر دیا جائے یا زیر زمین۔

۞ جماعت کے بااثر اور پھر نوجوان سنجیدہ مزاج علما بیٹھ کر معاہدہ نامہ تیار کریں جس میں اختلاف و کشیدگی ختم کرنے کے نکات ہوں اور ان پر سب کا اتفاق ہو۔

۞ اختلافی مسائل و معاملات میں ایک نقطہ اتحاد پر سب کو متفق کیا جائے۔

۞ جلسوں میں کسی بھی سنی عالم کے خلاف بولنے پر پابندی لگائی جائے اور بولنے پر اس کے خلاف قانونی کاروائی ہو۔

۞ جلسوں میں ہندوستان سے بھڑکاؤبیان بازی کرنے والے خطبا اور شعرا کے داخلہ پر پابندی عائد کی جائے اور آنے پر فورا پولیس کو مطلع کیا جائے۔

۞ جلسوں کی بجائے محافل میلاد کو ہی فروغ دیا جائے اور انہیں کو با اثر بنایا جائے۔

۞ خطبا اور شعرا کے لئے تربیتی پروگرام رکھے جائیں، تاکہ وہ اختلاف وانتشار والی تقریر اور اشعار سے بچیں۔

۞ جلسوں کے لئے ایک بوڑد ہو جو اس بات کو طے کرے کہ جلسوں میں ہندو نیپال کے کس خطیب وشاعر کو بلایا جائے اور کس کو نہیں اور کہاں اور کب ہونا چاہئے۔ کیونکہ جلسوں کی آزادی وبے لگامی بھی اتحاد کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔

۞ جلسہ ایک روزہ ہو دوروزہ ہرگز نہ ہو۔

۞ بے موقع اور مقابلے والے جلسوں پر روک ہو اور اس میں علما قطعی شرکت نہ کریں۔

۞ جلسوں میں نعت خوانی سے زیادہ مؤثر خطابات ہوں۔

۞ عوام الناس میں علما اختلافی باتیں قطعی نہ کریں، بلکہ اختلافی مسائل پر گفتگو مل کریں اور کم وقت میں حل کرنے کی کوشش کریں۔

۞ بدعقیدوں سے شادی بیاہ پر پابندی لگائی جائے اور کوئی بھی مفتی جواز نکاح کا نہ فتویٰ دے اور نہ اس کی تائید میں تقریر کریں۔ اگر چہ بعض صورتوں میں جواز کی راہ نکلتی ہے مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ احوط فی الفرج عدم جواز ہی ہے، تو اسی فتویٰ پر عمل کیا جائے۔

القاب وآداب کے ساتھ ظلم:

اہل سنت میں آپسی اختلاف کی وجہ القاب وآداب کا غیر محل میں اور غیر لائق شخص کو عطا کرنا بھی ہے اگر چہ القاب کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے مگر ان کے بیجا استعمال کرنے اور کروانے والے کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور دنیا کی چند دنوں کی شہرت کی بلا میں گرفتار ہو کر آخرت کو برباد کرنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ روز حشر جواب دینا کتنا دشوار ہوگا اور وہ پھر وہ لمحہ کتنا بھیانک ورسوا کن ہوگا ایسوں کے لئے۔ اللہ کی پناہ۔

القاب شخصیتوں کو عزت دیتے ہیں، شخصیتیں القاب کی وجہ سے نااہل ہونے کے باوجود قابل احترام بن جاتی ہیں۔ خلیل مطران (م:۱۹۴۹ء) نے کہا ہے ؎

لہ من الشِّیَم الغرّاء مملکةٌ

إن كان ذا لقبٍ أو غيرَ ذي لقبِ

ترجمہ: دلوں پر اس کے اخلاق کریمانہ کی حکومت ہے، وہ صاحب لقب ہو یا نہ ہو۔

لیکن یہ الفاظ کے ساتھ انصاف نہیں کہ ہر کس و ناکس کو کوئی بڑا القاب دے کر راتوں رات ہیرو بنانے کی کوشش کی جائے، اس کو ستائش کے خول یا تعریف کے قفس زریں میں بند کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ بلا وجہ تعریف میں مبالغہ سے کام لیا جائے۔ وفد بنی عامر نے تعریف پہ تعریف شروع کی تو آپ نے فرمایا:

"قولوا بقولكم أو بعضَ قولكم ,ولا يستجرينّكم الشيطان"

(أبوداود:۴۸۰۸، باب فی کراھیۃ التمادح)

ترجمہ: بس اپنی اسی بات پر یا انہیں میں سے بعض باتوں پر اکتفا کرو، شیطان تم سے دھیرے دھیرے وہ بات نہ کہلوا دے جو درست نہ ہو۔

عبقری اور عظیم شخصیات القاب کی بیساکھیوں پر چل کر ترقی کے زینے طے نہیں کرتیں، ان کی تمام تر ترقیات ان کے خلوص، سعی پیہم اور جانفشانیوں کے نتیجے میں سامنے آتی ہیں، لیکن اب نقل ''کارناموں'' کی نہیں ''کار'' اور ''ناموں'' کی اور عجیب و غریب ساخت کی بنی ہوئی کلاہوں کی ہونے لگی ہے۔ غیر مستحق وغیر اہل کو القاب کی پیوند لگانا کوئی معمولی جرم نہیں ہے اور نا اہل کو ان کی خواہش اور ان پر راضی رہنا کتنا مہنگا پڑے گا ذرا اس کا تصور کر کے تو دیکھیں، اگر تل برابر بھی خوف ہے دل میں۔ ورنہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

ہمارے جلسوں اور کانفرنسوں اور نجی محافل کے جو پوسٹر بنتے ہیں انہیں دیکھنے کے بعد اعتدال و انصاف پسند کے دل پر کیا گزرتی ہے انہیں سے پوچھیں، امت وسط کہاں جارہی ہے اور کیسے اپنے منصب سے بھٹک رہی ہے یہ کہنے کی بات نہیں ہے۔ ایک ایک میٹر کے القاب پڑھتے پڑھتے ذہن جھنجھلا جاتا ہے، آنکھیں تھک جاتی ہیں، دل پریشان ہوجاتا ہے۔ جس کی شہنشاہی میں خود اس کی بیوی نہیں وہ شہنشاہ لکھتا لکھواتا ہے، جو علمی اعتبار سے بونے ہوتے ہیں ان کے القاب تو طویل القامت ہوتے ہیں اور اس وقت ہندو نیپال میں لفظ اعظم کے ساتھ جو بلاتکار ہو رہا ہے اس پر تو عوام کو یہ حق ہے پولیس میں رپورٹ درج کروا کر ایسے بلاتکاریوں کو سخت سزا دلوائی جائے۔ کسی مفکر نے لکھا ہے:

''آج کل ہمارے معاشرے میں مذہبی القاب کے استعمال کرنے میں جو بے اعتدالیاں پائی جارہی ہیں، وہ کسی پر اوجھل نہیں۔ نام کے آگے القابات پر القابات جڑ دیے جاتے ہیں، خواہ وہ شخص ان صفات کا حامل ہو یا نہ ہو۔ آئے روز نئے سے نئے اور بڑے سے بڑے القابات سامنے آتے ہیں۔ بعض اوقات تو جلسوں میں اور بعض دیگر مجالس میں امیروں، وزیروں، عہدیداروں، پیروں اور خصوصاً علماء کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے جاتے ہیں، مثلاً کسی کے لیے حجۃ الاسلام، کسی کے

لیے شیخ الاسلام، کسی کے لیے شیخ الفقہ، کسی کے لیے شیخ الحدیث، کسی کے لیے مفتی اعظم، کسی کے لیے خطیب بے بدل، خطیبِ زماں، نمونۂ اسلاف، محققِ دوراں، محقق العصر، علامۃ العصر، محدث العصر، فقیہِ زماں، جامعِ علوم عقلیہ ونقلیہ، شیخ المشائخ، اعلیٰ حضرت، مفکرِ اسلام، غزالیِ وقت، غزالیِ دوران، شہنشاہِ خطابت، محقق علی الاطلاق، محدثِ اعظم، شیخ الجامعہ، ولیِ کامل، رہبرِ شریعت، ثانی جنید، وغیرہ وغیرہ۔''

القاب کے حوالے سے علامہ ابن الحاج مالکی مصری نے لکھا ہے اور ہمیں غور وفکر کی دعوت دی ہے۔ لکھتے ہیں:

''ان (القاب) کی ترویج میں سب سے بڑا کردار عجمیوں کا رہا ہے، اور وہ اس طرح کہ جب ترک مسندِ خلافت پر غالب آگئے، اور حکومت کی باگ ڈور خود سنبھال لی، تو انہوں نے اپنے لیے مختلف قسم کے القاب اختیار کر لیے، جیسے: شمس الدولۃ، ناصر الدولۃ، نجم الدولۃ وغیرہ، چونکہ ان القاب کا استعمال حکومت کے مناصب پر فائز بڑے بڑے عہدے داروں کے لئے ہوتا تھا، اس لیے لوگ ان القاب کو باعثِ عظمت وفخر سمجھنے لگے، اس وجہ سے عام لوگوں نے ان میں انتہائی دلچسپی ظاہر کی۔ لیکن حکومت میں منصب اور عہدہ نہ ہونے کی بنا پر ان کے لئے اپنے لئے ان القاب کا رکھنا ممکن نہیں تھا، چنانچہ جب انہوں نے اس کے حصول کے لیے کوئی راستہ نہیں پایا تو اب انہوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے مذہب کا راستہ اختیار کر لیا ''نجم الدولۃ'' نہ سہی تو ''نجم الدین'' ہی سہی۔''

القاب بیجا لکھنے لکھوانے والے اور مائک پر اعلان کرنے والے نقیب حضرات ان احادیث پر غور کریں اور اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک دوسرے آدمی کی خوب مدح وتعریف کی، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ''
افسوس ہے تجھ پر، تو نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔'' پھر فرمایا کہ: اگر تمہیں کسی کی

تعریف کرنی ہو تو ان الفاظ سے کرو کہ میرے علم کے مطابق یہ شخص نیک و متقی ہے۔ ''وَلَا أُزَكِّيْ عَلَى اللهِ أَحَداً'' یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ کے نزدیک بھی وہ ایسا ہی ہے جیسا میں سمجھ رہا ہوں۔'' (صحیح بخاری، کتاب الشہادات والادب۔ مسلم، کتاب الزہد)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے حکم دیا: أَنْ نَّحْثُوَ فِيْ وُجُوْهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ۔''

یعنی ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی دیں، یعنی ان کو ناکام بنادیں۔

علامہ ابن الحاج المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس بدعت سے بچنا ضروری ہے جو وبا کی طرح پھیل گیا ہے اور شاید ہی اس کی زد سے کوئی بڑا چھوٹا محفوظ رہا ہو، اور وہ یہ نئے اور خود ساختہ القاب ہیں جو شریعت کے سراسر مخالف ہیں، وہ ہیں: ''فلان الدین وفلان الدین''۔

آگے فرماتے ہیں:

''اگر ان القاب واسماء کا استعمال جائز ہوتا تو اُمتِ محمدیہ میں اس کے سب سے زیادہ حقدار اور مستحق صحابہ کرام تھے، جو ہدایت کے سورج اور اندھیروں کے چراغ تھے، اور دین کے سب سے پہلے مددگار تھے، جیسا کہ قرآن نے اس کی گواہی دی ہے۔ اسی طرح ازواجِ مطہرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چنا اور جن کی فضیلت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔ ام المومنین حضرت زینب کا پہلے نام ''برہ'' تھا، آپ نے تبدیل کردیا، حالانکہ وہ اس کی مصداق اور حقدار تھیں، تو پھر ہم کون ہیں کہ اپنے لئے ایسے القاب تجویز کریں، لہٰذا نجات اور کامیابی صحابہ کرام کی اتباع میں ہے۔''

اس سلسلے میں انہوں نے امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مشہور اور معروف واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور شافعی عالم دین ہیں جو کئی مفید اور بڑی

کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں شرح مجموع مہذب، اور شرح مسلم جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اور ریاض الصالحین وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ شافعیہ میں بڑی عبقری شخصیت گزرے ہیں جن کی تصنیفات سے اُمت کا ایک بڑا طبقہ استفادہ کرتا چلا آرہا ہے، دینی وعلمی خدمات کی بنیاد پر جب ان کے معاصرین نے ان کو محی الدین کے لقب سے موسوم کیا تو انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا، اور فرمایا: ''إِنِّي لَا أَجْعَلُ أَحداً فِيْ حِلٍّ مَنْ يُّسَمِّيْنِيْ بِمُحْيِ الدِّيْنِ۔'' یعنی میں کسی کو بھی محی الدین کے لقب سے پکارنے کی اجازت نہیں دیتا۔ حالانکہ وہ اس لقب کے حق دار بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امت نے انہیں انتقال کے بعد اس لقب سے موسوم کیا، مگر اپنی زندگی میں انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور ظاہر ہے کہ ناراضگی کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس میں مذہبی تقدس کا پہلو تھا۔ (المدخل ج1 ص111)

آج تو بعض اصحاب جبہ ودستار گرافیک ڈیزائنر کو، دعوت دینے والوں اور اپنے گماشتہ چیلوں کو بطور خاص القاب کی پیوندکاری اور تزئین کاری کا حکم دیدیتے ہیں اور القاب کی پیشگی بکنگ بھی کروالیتے ہیں۔

بہت ہی کم نظر آیا مجھے اخلاص لوگوں میں
یہ دولت بٹ گئی شاید بہت ہی خاص لوگوں میں

اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص کے ساتھ دینی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

أَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وأنا عَبْدُكَ، وأنا علَى عَهْدِكَ ووَعْدِكَ ما اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بكَ مِن شَرِّ ما صَنَعْتُ، أبُوءُ لكَ بنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وأَبُوءُ لكَ بذَنْبِي فاغْفِرْ لِي، فإنَّه لا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إلَّا أنْتَ وَصَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيهِ وَسَلَّم

